ضیائے اسلام
تاریخ اسلام کی چند عظیم شخصیات کا آئینہ حیات
حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی
شائع کردہ
ھاجرہ اکیڈمی مسجد ھاجرہ رضویہ
اسلام نگر کپالی وایا مانگو، جمشید پور جھارکھنڈ 831020

کتاب اور صاحب کتاب

الحاج حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی مصباحی ملک وملت کے ایک نامور قلم کار ہیں، دینی امور ہوں یا ملک وملت کے سلگتے ہوئے مسائل ا ہرایک پر بے باکی کے ساتھ قلم اٹھاتے ہیں اور بروقت اٹھاتے ہیں، زبان وبیان سادہ، سلیس اور پر تاثیر ہے تحریر قاری کے ذہن ودماغ کو اپیل کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے مضامین ومقالات ملک کے تقریباً سبھی مشہور ومعروف اخبارات ورسائل اور ویب سائٹس کی زینت بنتے ہیں۔

۲۵۰ رصفحات پر مشتمل "مینارۂ نور" وقتاً فوقتاً شائع ہونے والے انھیں مضامین ومقالات کا ایک دل آویز مجموعہ ہے، اسلامی مزاج اور دینی فکر واصلاح سے مملو یہ حسین گلدستہ اصلاح اعمال اور قلبی تطہیر کے لئے یقیناً "مینارۂ نور" ہے، اس مجموعے میں شامل ہر مضمون دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والا ہے "محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نظام عدل ومساوات، محسن کائنات اور حقوق حیوانات، روحی فداہ کا انداز تکلم، اسلام میں تربیت اولاد کی اہمیت، دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں، عورتوں کا وقار پردے میں ہے، بیماری، علاج اور عیادت کے فضائل، اسلام میں لباس اور شرم وحیا کا تصور، وعدے کی اہمیت اور وعدہ خلافی پر وعیدیں، فضائل اہل بیت اور حادثۂ کرب وبلا، رحمت عالم کی شان عفو ودرگزر" جیسے مضامین تو بار بار پڑھے جانے کے لائق ہیں، غرض کہ اس کے جملہ شمولات ہر ایک قاری کے لئے اہمیت وافادیت سے پُر ہیں۔

اس سے پیشتر آپ کے مضامین ومقالات کا خوبصورت مجموعہ "سیرت طیبہ کے چند درخشاں پہلو" شائع ہو کر شائقین سے داد وتحسین حاصل کر چکا ہے، میں امید کرتا ہوں کہ "مینارۂ نور" کے ساتھ ساتھ "صدائے اسلام، ضیائے اسلام اور صدائے حق" بھی سابقہ مجموعے کی طرح مقبول خاص وعام ہوں گے۔

مولائے کریم اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے الحاج حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی مصباحی صاحب کی مذکورہ کاوشیں قبول فرمائے اور قارئین کرام کے لئے انھیں نفع بخش بنائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔

احقر محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا، درگاہ اعلیٰ حضرت، بریلی شریف

Publisher

HAJRA ACADEMY, MASJID HAJRA RAZVIA

Islam Nagar, Kapali, P.O. Pardih, Mango
Jamshedpur-831020 (Jharkhand)
09386379632 09431332338 09279996221
E-mail.: hhmhashim786@gmail.com

₹40/-

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

ضیائے اسلام

تاریخ اسلام کی چند عظیم شخصیات کا آئینہ حیات

حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی مصباحی

ناشر

شائع کردہ

ہاجرہ اکیڈمی مسجد ہاجرہ رضویہ

اسلام نگر کپالی وایا مانگو، جمشید پور جھارکھنڈ 831020

نام کتاب : ضیائے اسلام
مصنف : حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی
تصحیح ونظر ثانی : مولانا صادق رضا مصباحی
ناشر : مسجد ہاجرہ، جمشید پور (جھارکھنڈ)
سنہ اشاعت : ۲۰۲۰ء
تعداد اشاعت : ۱۰۰۰
صفحات : 157
قیمت : آپ کا مطالعہ اور دعا برائے صحت وعافیت وخاتمہ بالخیر
خرچ اشاعت ایک کتاب -/40 ₹

کتاب ملنے کے پتے

- حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی مصباحی، ہاشمی منزل، نزد مسجد قبا، روڈ نمبر ۱۳_A
جواہر نگر، آزاد نگر، جمشید پور، جھارکھنڈ، پن کوڈ 832110
- مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام نگر، کپالی وایا، مانگو، جمشید پور، جھارکھنڈ 831020
- ایم پی ایس چیپ اینچی ہاؤس اینڈ براق فون، دوکان نمبر ٹی ڈی 2 ٹینک روڈ،
ساکچی، جمشید پور، جھارکھنڈ 831001

09386379632 09431332338 09279996221
E-mail:hhmhashim786@gmail.com
https//:www.facebook.com/hafiz.hashim.359778

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اللہ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَا ۔ نَحۡنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَا
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۔ سب تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں جو تمام جہان والوں کا پالنے والا ہے۔ نبی رحمت ﷺ پر بے شمار درود و سلام

شرفِ انتساب

ان بزرگ ہستیوں کے نام جنھوں نے دین اسلام کی خدمت میں انگنت دشواریاں برداشت کیں اور دین کی حفاظت کے لیے خلوص کے ساتھ اپنا خون پسینہ بہایا۔

والدین کریمین کے نام: والد گرامی حاجی عبدالحفیظ صدیقی (مرحوم) جنھوں نے میری پرورش فرمائی، تعلیم کی روشنی سے روشناس کرایا، توجہ کے ساتھ سخت تربیت پر ہمیشہ گامزن رکھا۔ والدہ ماجدہ ''امّی جان'' ہاجرہ بی بی (رضویہ) جنھوں نے انتہائی مشقت اور محبت سے اپنا خون جگر پلایا اور تعلیم و سچائی کے راستے پر ہمیشہ گامزن رہنے کی تلقین فرمائی۔

پیر و مرشد کا فیضانِ کرم: تاجدار اہل سنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری علیہ الرحمۃ والرضوان جن کے فیضان کرم سے ناچیز نہال و سرشار ہے۔

اساتذہ کرام: جنھوں نے تعلیم کے ساتھ تربیت اور حق و سچ کی طرف راہنمائی فرمائی اور علم سے سرفراز فرمایا۔ اللہ سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں ہمیشہ حق و سچ پر چلنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے آمین۔

پہلی کتاب: (۱) سیرتِ طیبہ کے چند درخشاں پہلو (۲) صدائے حق (۳) صدائے اسلام (۴) مینارۂ نور (۵) ضیائے اسلام اور تین سو سے زیادہ دینی، سماجی، اصلاحی، سائنسی، اخلاقی مضامین سب کے سب شرف انتساب ہیں ان ہستیوں کے ساتھ ساتھ اپنی فیملی کو بھی نذر کرتا

ہوں جنھوں نے قدم قدم پر میری ہر طرح کی مدد فرمائی خاص کر اہلیہ محترمہ شاہ جہاں بانو حجن صاحبہ، پیاری پیاری بیٹیاں نور جہاں شیرازی، ہاشمی نور العین، مبینہ ہاشمی، عزیز از جان بیٹا مصطفیٰ رضا ہاشمی، برادرِ مکرم حاجی محمد قاسم صدیقی اور برادر اصغر محمد عبدالکریم وتمام وتمام اہلِ علم، دوست احباب کے نام نذر رہے۔ نہایت ہی پر خلوص گزارش کے ساتھ کہ ایک بار کتاب کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔

''گر قبول افتد زہے عز وشرف''

طالب دعا

(حافظ) محمد ہاشم قادری صدیقی مصباحی

صادق الوعد الامین ﷺ کے جانشین
حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت

رب تبارک وتعالیٰ نے ہمیشہ اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے انبیاے کرام کومبعوث فرمایا۔حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی محمد رسول اللہ صادق الوعد الامین ﷺ نے بنی نوع انسانوں کو اللہ کی وحدانیت کا پیغام دیا اور رشد وہدایت کی تعلیم دی اور بتایا کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (یعنی اے اللہ !ہمیں سیدھاراستہ چلا)الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ہی سیدھا راستہ ہے۔اسی پر چل کر انسان اللہ کی بارگاہ کا پیارا بندہ ہونے کا شرف حاصل کرسکتا ہے۔اللہ رب العزت نے اولادِ آدم سے اس بات کا عہد agreement لیا ہے کی میراراستہ سیدھا ہے،اسی پر چلنا،شیطان کو نہ پوجنا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ

ترجمہ:اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا بیشک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے،اور میری بندگی کرنا یہ سیدھی راہ ہے۔ (کنزالایمان)

جب نبی آخرالزماں ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا،لوگوں کو اسلام کی دعوت دی کہ اے لوگو! اللہ ایک ہے اسی کی عبادت کرو اور میں اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں تو محمد رسول اللہ صادق الوعد الامین صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان سنتے ہی حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو گلے لگا لیا اور پیشانی چومتے ہوئے کہا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ نبی آخرالزماں ﷺ پر ایمان لانے والے حضرت

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے انسان ہیں۔ظاہری اعلان نبوت سے پہلے ہی آقا ﷺ صادق الوعد الامین کے لقب سے مشہور تھے۔آپ کی سچائی پر اعتبار کرنے پر اور ایمان لانے پر آپ کو ''صدیق'' کا لقب ملا۔آپ کے ایمان لانے کا واقعہ بہت دلچسپ وطویل ہے،مختصر تفصیل یہ ہے:

ربیعہ بن کعب فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا آسمان وحی کی مانند تھا۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ اسلام سے قبل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شمار علاقے کے بڑے تاجروں میں ہوتا تھا۔ایک مرتبہ تجارت کے سلسلے میں آپ ملک شام تشریف لے گئے۔ یہاں قیام کے دوران ایک رات آپ نے خواب دیکھا کہ چاند اور سورج آسمان سے نیچے اتر آئے ہیں اور آپ کے گود میں داخل ہو گئے ہیں۔حضرت ابوبکر صدیق نے ایک ہاتھ سے چانداور سورج کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔حضرت ابوبکر نیند سے بیدار ہوئے تو اس عجیب وغریب خواب کی تعبیر پوچھنے کے لیے قریب ہی ایک راہب کے پاس گئے۔اس راہب نے سارا خواب سن کر آپ سے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ آپ نے فرمایا؛ مکہ سے۔اس نے پھر پوچھا: کیا کرتے ہو؟ فرمایا: تاجر ہوں؟ وہ راہب کہنے لگا: اگر اللہ تعالیٰ نے تمھارے خواب کو سچ فرمادیا تو وہ تمھاری ہی قوم میں ایک نبی مبعوث فرمائے گا،اس کی زندگی میں تم اس کے وزیر ہو گے اور وصال کے بعد اس کے جانشین ہو گے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اس واقعے کو پوشیدہ رکھا اور کسی کو نہیں بتایا اور جب حضور ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو آپ نے یہی واقعہ بطور دلیل حضور کے سامنے پیش کیا اور حضور ﷺ کو گلے لگایا اور پیشانی چومتے ہوئے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔اسی وجہ سے آپ ﷺ نے آپ کو'صدیق'' کے لقب سے نوازا۔

(ریاض النضرۃ: جلداول،ص ۱۸۳)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عظمت:

صحابہ کی فضیلت میں قرآن کی آیتیں شاہد ہیں اوراحادیث طیبہ میں کثرت سے عظمتِ

صحابہ کا ذکر موجود ہے۔قرآن کریم میں محمد رسول اللہ صادق الوعد الامین ﷺ کے سچ لانے اور سچ قبول کرنے کا ذکر اس طرح ہے:

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ۔ (سورۂ زمر: آیت ۳۳۔۳۴)

ترجمہ: اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور جنھوں نے اس کی تصدیق کی، یہی ڈر والے ہیں۔ان کے لیے ہے وہ جو چاہیں اپنے رب کے پاس نیکیوں کا یہی صلہ ہے۔(کنزالایمان)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے درجے والے ہیں۔صواعق مرحقہ میں بروایت ابن عساکر ہے:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ سچائی لانے والے حضور ﷺ ہیں جو بظاہر اعلان نبوت سے پہلے ہی صادق الوعد الامین سے مشہور تھے۔یہ لقب نہ پہلے کسی کو ملا تھا نہ ہی قیامت تک کسی کو ملے گا، اور سچائی کی تصدیق کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔اللہ کے وہاں اِن کا بڑا درجہ، بڑی عزت، بہت شان وشوکت ہے۔یہ آیت کریمہ اس امر کی گواہ ہے۔(تفسیر نورالعرفان: ص ۷۳۰)

یہ آیت کریمہ صحابہ کرام کی شان وعظمت وفضیلت میں چار چاند لگا رہی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۔ (سورۂ توبہ: آیت ۱۰۰)

ترجمہ: (مہاجرین کے مددگار (انصار) میں سے سبقت لے جانے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور درجۂ احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے) اللہ ان (سب) سے راضی ہو گیا اور وہ (سب) اللہ سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی زبردست کامیابی ہے۔

تمام صحابۂ کرام کے جنتی ہونے کا اعلان قرآن کریم میں ہو چکا ہے۔صحابہ کرام کی

تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے جن میں بعض کے فضائلِ خصوصی قرآن وحدیث میں منقول ہیں جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو سب سے پہلے ایمان لائے۔ پھر عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ۔ پہلے ایمان لانے کی وجہ سے آپ کو بھی کُبریٰ کا خطاب ملا، اور بچوں میں حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔ ابوبکر صدیق کا لقب ''یارِغار'' بھی ہے جس کا ذکر سورۂ توبہ میں موجود ہے، آپ کا ''لقب ثانی اِثنین'' بھی ہے۔ حضور کے بعد سب سے بڑا آپ کا درجہ ہے کہ انھیں رب نے حضور کا ثانی فرمایا۔ (سورۂ توبہ: آیت نمبر ۹) اسی لیے حضور ﷺ نے انھیں اپنے مصلیٰ پر امام بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپ نے ۹ ر مرتبہ امامت فرمائی۔ آپ کی فضیلتوں میں یہ بھی ہے کی آپ کی چار پشت صحابی ہیں:

(۱) والدین بھی صحابی ہیں۔ (۲) آپ خود بھی صحابی ہیں۔ (۳) آپ کی اولاد بھی صحابی ہیں۔ (۴) آپ کی اولاد کی اولاد بھی صحابی ہیں۔

یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے۔، آپ کا لقب ''عتیق'' بھی ہے۔ صحابی کے درجات کو قرآن نے جگہ جگہ بیان کیا ہے۔ حدیث پاک میں بھی نبی صادق ﷺ نے فرمایا۔ یہ حدیث حضرت ابوسعد خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ حدیث اس طرح سے ہے:

لاتسبُّو االصحا بی فلواٰن اَحدَ کم مثل اَحَدٍذھَبًا مَا بَلَغ مُدَّاَحد ھم ولا نصیفَه۔ (اخرجه الشیخان فی صحیحیهما)

ترجمہ: میرے اصحاب کو برامت کہو۔ اگر کوئی شخص اُحُد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالے) تو ان کے ایک مُد کے غلے کے برابر بھی نہیں ہوسکتا اور نہ آدھہ مد کے برابر۔ (بخاری شریف: حدیث نمبر ۳۶۷۳)

(اس حدیث کے راوی عبداللہ بن داوود، ابومعاویہ، اور محاضر ہیں)

یہ ہے صحابہ کرام کی عظمت وفضیلت کہ اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا صدقہ کردے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایک مٹھی غلہ (جو) یا آدھی مٹھی بھی اللہ کی راہ میں دے دیں تو احد پہاڑ کے برابر سونا دینے والا بھی صحابہ کے برابر نہیں ہوسکتا ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ حضرت ابوبکر کی فضیلت میں بے شمار احادیث ہیں، یہ حدیث مطالعہ

فرمائیں۔حضرت عبدالعزیز بن عبداللہ سے روایت ہے:

نبی ﷺ کے زمانے میں جب صحابہ کے درمیان انتخاب کے لیے کہا جاتا تو سب میں افضل اور بہتر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے، پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پھر عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔(صحیح بخاری: حدیث نمبر ۳۶۵۵)

جب قرآن کریم واحادیث طیبہ میں آپ کی شان وفضیلت کا ذکر ہے تو کوئی انسان آپ کی تعریف کیا کرسکتا ہے۔چند خوبیاں مطالعہ فرمائیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام قبول کرنے کے بعد تمام اسلامی جہادوں میں شامل رہے۔حق و باطل کی پہلی جنگ، جنگِ بدر پھر اس کے بعد اُحد، خندق، تبوک، حدیبیہ، بنی نضیر، بنی مصطلق، حنین، خیبر، فتح مکہ سمیت تمام غزوات (غزوہ: وہ جہاد ہے جس میں رسولِ کریم ﷺ شریک ہوئے) میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں شامل رہنے کا شرف حاصل رہا۔غزوہ تبوک میں آپ نے جو اطاعت رسول کی اور ایثار (قربانی) و سخاوت کا نمونہ اللہ کی راہ میں پیش کیا، اس کی مثال تاریخ عالم میں ملنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔اس غزوے میں سرکار دوجہاں ﷺ کی ترغیب (کسی کام کے کرنے پر آمادہ کرنا) پر تمام صاحب استطاعت صحابہ نے دل کھول کر لشکرِ اسلامی کی امداد کی مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سب پر اس طرح سبقت حاصل کی کہ آپ اپنے گھر کا سارا مال لے آئے۔جب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ: اے بوبکر! گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے؟'' تو آپ نے عرض کی ''گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی کافی ہیں''۔

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے خدا کا رسول بس

دورِرسالت میں امامت واول امیر المومنین:

دورِرسالت کے آخری ایام میں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو نمازوں کی امامت کا حکم دیا۔آپ نے مسجدِ نبوی میں سرکار دوعالم ﷺ کے حکم پر مصلیٰ رسول ۱۷ رنمازوں کی امامت

فرمائی۔ نبی کریم ﷺ کا یہ اقدام آپ کی خلافت کی طرف واضح اشارہ تھا۔ ایک دفعہ نماز کے وقت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ سے باہر تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کو نہ پا کر حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کو کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امامت کرتا دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ اور اس کا رسول یہ پسند کرتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ امامت کرے۔''

یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر آپ ﷺ کے اعتماد کا اظہار تھا کہ آپ ہی مسلمانوں کے پہلے خلیفہ ہوں۔ آپ ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرام کے مشورے سے آپ کو جانشینِ رسول مقرر کیا گیا۔ آپ کی تقرری امت مسلمہ کا پہلا اجماع کہلاتی ہے۔ بارِ خلافت سنبھالنے کے بعد آپ نے مسلمانوں کے سامنے پہلا خطبہ دیا۔ بہت طویل خطبے میں بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں:

''میں آپ لوگوں پر خلیفہ بنایا گیا ہوں حالاں کہ میں نہیں سمجھتا کہ میں آپ سب سے بہتر ہوں۔ اس ذات پاک کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میں نے یہ منصب وامارت اپنی رغبت اور خواہش سے نہیں لیا، نہ میں یہ چاہتا تھا کہ دوسرے کے بجائے یہ منصب مجھے ملے، نہ کبھی میں نے اللہ رب العزت سے اس کے لیے دعا کی اور نہ ہی کبھی میرے دل میں اس منصب کے لیے حرص لالچ پیدا ہوئی''۔

آپ کی حق گوئی اور سچائی کی جو باتیں آپ نے خطبے میں فرمائیں، ان میں سے یہ بھی فرمایا: ''سچائی امانت ہے''۔ ''اور جھوٹ خیانت ہے''۔ آپ کی اس نصیحت پر ہم تمام مسلمانوں کو عمل پیرا ہونا چاہیے۔ دنیا و آخرت کی کامیابی اسی میں ہے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرما رہا ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

(سورۂ توبہ: آیت ۱۱۹، کنز الایمان)

اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ میں یہ تعلیم فرمائی ہے کہ انسان کو اپنی صحبت سچے

لوگوں کے ساتھ رکھنی چاہیے جو زبان کے بھی سچے ہوں اور عمل کے بھی سچے ہوں۔ سچائی ایک بہت بڑی نعمتِ عظمیٰ ہے اور سچوں پر اللہ کی رحمتیں برستی رہتی ہیں اور انعام کی بارشیں ہوتی ہیں۔ اللہ رب العزت اپنے متقی پرہیزگار بندوں کے اوصاف بیان فرما رہا ہے:

ترجمہ: (یہ) لوگ صبر کرنے والے ہیں اور قول و عمل میں سچائی والے ہیں اور آداب و اطاعت والے ہیں جھکنے والے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں اور رات کے پچھلے پہر (اٹھ کر) اللہ سے معافی مانگنے والے ہیں۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۱۷)

مسلمانوں کو چاہیے کہ سچائی کا راستہ اختیار کریں، سچوں کی پیروی کریں، جھوٹ اور خیانت سے دور رہیں۔ امانت داری میں ہی بھلائی اور نجات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو سچائی پر چلنے کی توفیق دے اور سچوں کی صحبت نصیب فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

●●

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، بحیثیت خلیفۃ المسلمین

محمد الرسول اللہ ﷺ کی اصل حیثیت تو اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول کی ہے اور آپ کے طرز عمل میں سب سے گہرا رنگ وحی کی صورت میں اللہ سے رہنمائی لینے اور اس کو عمل میں لانے کا ہے۔ ہر اہل ایمان کا یہ اعتقاد ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ مبارکہ آپ کی ہر حیثیت (حاکم، قاضی، سپہ سالار وغیرہ) میں مسلمانوں کے لیے راہ ہدایت ہے اور اسی میں نجات ہے۔ بطور حاکم آپ کی اطاعت بھی عین اللہ کی اطاعت ہے۔ قرآن کریم میں اللہ ورسول کی اطاعت کا حکم بہت سی جگہ موجود ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورہ نساء: آیت نمبر ۶۴)

ترجمہ: ہم نے رسول کو صرف اسی لیے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی فرماں برداری کی جائے۔

پھر اطاعت اللہ کا ذکر کیا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (سورہ نساء: آیت نمبر ۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ (کنز الایمان)

نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں آکر رسالت کے ساتھ حکمراں کی حیثیت سے مدنی زندگی کا آغاز کیا۔ آپ نے اللہ کی ہدایت کی روشنی اپنے حسن تدبر اور حسن انتظام (GOVERNANCE) سے مدینہ میں مثالی سلطنت قائم فرمائی اور ایسا مثالی معاشرہ قائم فرمایا جس کی مثال آج تک دنیا میں نہ ہوسکی۔ آپ کی حکومت میں دور اندیشی نمایاں تھی۔ آپ ﷺ مذہب کے ساتھ ریاست کے سربراہ بھی تھے اور پھر یہ دائرہ وسیع تر

ہوتا گیا جس کی تفصیل کے لیے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں۔ آپ کی حکومت میں دینی و دنیا وی ہر طرح کا اقتدار جمع تھا، لیکن نہ تو آپ ﷺ کو پوپ (POPE) عیسائیوں کا سب سے بڑا پادری یا چرچ کا سربراہ (پاپائے اعظم) کا جیسا غرور تھا اور نہ ہی، قیصر روم، کسریٰ ایران، عزیز مصر، نجاشی شاہ حبش جیسے سلطان بادشاہِ اعظم کی طرح کوئی فوج آپ ﷺ کے پاس تھی۔ آپ کی مثالی حکومت کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ آپ کی حکومت اور آپ کے حاکم کی صورت میں دنیا کی مشہور تاریخی و مستند کتاب انسائیکلو پیڈیا میں ڈیٹیل کے ساتھ موجود ہے اور مصنف نے آپ کے دورِ حکومت کو سب سے اچھا اور انصاف کا دور لکھا ہے۔

خلافت راشدہ شورائی نظامِ جمہوریت:

آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عہد خلافت ''خلافت راشدہ'' کہلاتا ہے۔ خلافت راشدہ کی مجموعی مدت ۳۰ رسال ہے جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اول اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ آخری خلیفہ ہیں۔ اس عہد (وقت، زمانہ، دور، PERIOD) کی نمایاں اور اہم خصوصیت یہ تھی کہ یہ قرآن وسنت کی بنیاد پر قائم نظامِ حکومت تھا۔ خلیفۃ المسلمین حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا قیام ۶۵۶ء سے ۶۶۱ء تک رہا۔ یعنی چار سال آٹھ مہینہ نو دن آپ نے امور خلافت کو انجام دیا اور ترسٹھ سال کی عمر میں ۲۱ ررمضان المبارک ۴۰ھ، اتوار کے دن آپ کی شہادت (وفات) ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

خلافت راشدہ کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ اس کا انتظام ایک شورائی (مشورہ کرنے والی جماعت، کمیٹی) کا نظام تھا۔ مجلس شوریٰ کی بنیاد پر عام مسلمانوں سے رائے لی جاتی اور مشوروں پر عمل کیا جاتا۔ ہر مسلمان کو مشورہ، رائے دینے کا حق تھا اور خاص بات یہ تھی کہ حکومت پر نکتہ چینی کا بھی حق تھا۔ خلافت راشدہ میں لوگوں کے مشورے اور رائے کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ حضرت ابوبکر سے حضرت علی تک کی خلافت کے دوران جمہوری

(DEMOCRATIC) روح کارفرما تھی۔ان میں کوئی بھی فیصلہ ایسا نہ تھا جس کو امیرالمومنین مقرر کرنے میں مسلمانوں پر زبردستی کی گئی ہو۔مسلمانوں کا حضرت ابوبکر صدیق کو خلیفۃ المسلمین نامزد کرنا،حضرت عمر فاروق اعظم کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تمام صحابہ کرام سے مشورہ لینا اور مسلمانوں کے ان کے لیے متفق ہونا۔حضرت عمر فاروق کی (۶) چھ صحابہ کرام کی مجلس شوریٰ (COMMITEE) میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے متفق ہونا اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے مسلمانوں کی خلافت کا بار اُٹھانے پر اصرار کرنا۔حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ تمام طریقے اسلامی سلطنت میں خلیفہ کے انتخاب کے لیے کیے اور جمہوریت DEMOCRACY کی عمدہ اور واضح مثال پیش فرمائی۔

آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ راشد ہوئے۔مصطفی جانِ رحمت ﷺ کے سُسر اور تاریخ اسلام کے اہم ترین شخصیات میں سے آپ ایک ہیں۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں(خلیفہ راشدہ کے سبھی امیر المومنین عشرہ مبشرہ سے ہیں) آپ کا شمار علما وزاہدین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہوتا ہے۔آپ نے ۲۳/اگست ۶۳۴ء بمطابق ۲۲/جمادی الثانی ۱۳ھ کو مسند خلافت سنبھالی۔عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک باعظمت،انصاف پسند اور عادل (انصاف کرنے والا منصف) حکمراں مشہور ہیں۔آپ کی عدالت میں مسلم وغیر مسلم دونوں کو یکساں انصاف ملا کرتا تھا۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عدل وانصاف بہت مشہور ہے اور آپ کا لقب فاروق (حق و باطل میں فرق کرنے والا) کی وجۂ تسمیہ میں ایک وجہ یہ بھی بنی۔یوں تو ہر خلیفۃ المسلمین کی حاکمیت بے شمار فضائل وخصائص سے بھرپور ہیں جن کے ذکر کے لیے کتاب لکھنے کی ضرورت ہے،بلکہ کتاب بھی کم پڑ جائے گی۔تاریخ میں سبھی کا ذکر صراحت سے موجود ہے۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ بحیثیت خلیفۃ المسلمین:

حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ (ولادت:۱۷/ مارچ ۵۹۹ء۔ وصال: ۲۹

جنوری ۶۶۱ء) چوتھے خلیفہ راشد تھے جنھوں نے ۶۵۶ سے ۶۶۱ تک دنیاے اسلام پر بحیثیت خلیفہ حکمرانی کی۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے داماد بھی ہیں، آپ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں۔ آپ بچپن میں ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آگئے تھے، حضور کی زیر نگرانی آپ کی تربیت ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ وہ پہلے بچے تھے جنھوں نے اسلام قبول کیا، آپ کی عمر اس وقت تقریباً ۱۰ یا ۱۱ سال تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تین دن تک مسند خلافت خالی رہی۔ اسی عرصے میں لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس منصب کو قبول کرنے کے لیے سخت اصرار کیا۔ آپ نے پہلے اس بار گراں کے اٹھانے سے انکار کردیا، لیکن آخر میں مہاجرین وانصار کے اصرار پر خلافت قبول فرمائی۔

(طبرانی: ۳۰۱۰)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تیسرے دن ۲۱/ذی الحجہ پیر کے دن مسجد نبوی ﷺ میں آپ کے دست اقدس پر بیعت ہوئی۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنتے ہی آپ کو سخت مخالفت کا سامنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ گورنر شام، اور حضرت زبیر بن عوام امیر مکہ اور دیگر افراد کی جانب سے ہوا اور نتیجتاً اسلام میں پہلی خانہ جنگی ہوئی۔ اسے پہلا فتنہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد اسلامی خلافت دو حصوں میں بٹ گئی۔ آگے کے معاملات انتہائی اختلافات سے بھرے ہیں۔ یہ سب بڑوں کی بڑی باتیں ہیں۔ ہمارے لیے کسی کے خلاف لکھنا بدنصیبی ہوگی۔ توبہ، توبہ، استغفر اللہ۔ ہم دونوں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی دل سے عزت واحترام کرتے ہیں اور عوام کے ساتھ ساتھ علماے کرام سے بھی گزارش کرتے ہیں کہ خدارا کسی ایک صحابہ کی حمایت میں دوسرے صحابہ کرام کی بے ادبی سے بچیں، اپنی عاقبت کا خیال رکھیں، اختلافی باتوں اور اختلافی تحریروں کا عوام پر غلط اثر ہوتا ہے۔ اللہ ہم سب کو ہدایت بخشے۔ آمین۔ صحابہ کرام کی فضیلت قرآن واحادیث میں موجود ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خلفاے ثلاثہ میں سے ہر ایک کی خلافت کو بخوشی منظور فرمایا ہے اور کسی کی خلافت سے انکار نہیں کیا ہے۔ جیسا کہ ابن عساکر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے۔

آپ کا علم، آپ کے فیصلے:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ علم کے اعتبار سے بھی علمائے صحابہ میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں۔ آپ کے فتوے اور فیصلے اسلامی علوم کے جواہر پارے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے جب بھی آپ سے کسی مسئلے کو دریافت کیا تو ہمیشہ درست ہی جواب پایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ علی سے زیادہ مسائل شریعہ کا جاننے والا کوئی نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کوئی مشکل مقدمہ پیش ہوتا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ موجود نہ ہوتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے کہ مقدمہ کا فیصلہ کہیں غلط نہ ہو جائے۔ (تاریخ الخلفاء/ خطبات محرم: ص ۲۰۴) مشہور ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایسی عورت پیش کی گئی جسے زنا کا حمل تھا۔ ثبوت شرعی کے بعد آپ نے اسے سنگسار (ایک قسم کی شرعی سزا جس میں آدمی کو کمر تک زمین میں گاڑ کر پتھر مار، مار کر اسے ختم کر دیا جاتا تھا، یہ سزا زانی (RAPIST) اور زانیہ کو دی جاتی تھی) کا حکم فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یاد دلایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ حاملہ عورت کو بچہ پیدا ہونے کے بعد سنگسار کیا جائے۔ اس لیے کی زنا کرنے والی عورت اگر چہ گناہ گار ہوتی ہے مگر اس کے پیٹ کا بچہ بے قصور ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یاد دہانی کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلہ سے رجوع کر لیا اور فرمایا: لَوْ لَا عَلِیٌّ لھلك عُمَرُ یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ علی کی موجودگی نے عمر کو ہلاکت سے بچالیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

(خطبات محرم: ص ۲۰۴، ۲۰۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا علمی مقام و مرتبہ، ان کی قرآن فہمی، حقیقت شناسی اور فقہی صلاحیت تمام اولین و آخرین میں ممتاز و منفرد تھی۔ اللہ رب العزت نے انھیں عقل و خرد کی بے شمار صلاحیتوں سے نوازا تھا کہ جو مسائل دوسرے حضرات کے نزدیک پیچیدہ اور لاینحل سمجھے جاتے تھے، انہیں مسائل کو وہ آسانی سے حل کر دیتے تھے۔ اکابر صحابہ کرام

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایسے اوقات سے پناہ مانگتے تھے کہ جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آجائے اور اس کے حل کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ موجود نہ ہوں۔ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ عُمَرُ يَتَعَوَّذُ بِا اللهِ مِنْ مَعَصله لَيْس فِيْها وفى رواية: لَيْسَ لَهَا اَبُو حَسن:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پیچیدہ مسئلے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے جسے حل کرنے کے لیے ابوالحسن علی ابن طالب نہ ہوں۔

(فضائل الصحابہ: ج ۲، ص ۸۰۳، حدیث نمبر ۱۱۰۰)

بعض اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شہادت دی کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ ظاہر و باطن دونوں کے امین تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اِنَّ عَلِيّاً بْنَ ابى طَالبٍ عِنْدَه عِلْمُ الظَاهِرِ وَالْبَاطِنِ:

بے شک علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے پاس علم ظاہر بھی ہے اور علم باطن بھی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ج ۱، ص ۱۰۵)

حضرت علی نے خوارج کے ساتھ کیا سلوک کیا؟:

اسلام میں پہلا فتنہ گر مذہبی فرقہ خوارج کا ہے جس نے شعائر اسلام سے ہٹ کر اپنا الگ گروہ بنایا۔ یہ گروہ جس کی اکثریت بدوی عراقیوں کی تھی، جنگ صفین کے موقع پر سب سے پہلے یہ نمودار ہوا۔ یہ خوارج حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج سے اس بات پر الگ ہوئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ کی ثالثی (صلح صفائی کرانے کا عمل) کی تجویز منظور کر لی تھی۔ خارجیوں کا نعرہ تھا کہ حاکمیت اللہ ہی کے لیے ہے۔ ان لوگوں نے شعث بن راسبی کی سرکردگی میں مقام حرورا میں پڑاؤ ڈالا اور کوفہ، بصرہ، مدائن وغیرہ میں اپنے عقائد کی تبلیغ شروع کر دی۔ ان کا عقیدہ تھا کہ دینی معاملات میں انسان کو حاکم بنانا کفر ہے اور جو لوگ ایسے فیصلوں کو تسلیم نہیں کرتے وہ واجب القتل ہیں۔ خارجیوں کے اعتقاد کے

مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ برحق تھے، ان کی بیعت ہر مسلمان پر لازم ہے۔جن لوگوں نے اس کا انکار کیا وہ اللہ اور رسول ﷺ کے دشمن ہیں اس لیے حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ کسی قسم کی صلح کرنا از روئے قرآن کفر ہے۔(معاذ اللہ، معاذ اللہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چوں کہ ان کے ساتھ مصالحت (باہمی صلح صفائی، میل ملاپ، آپس میں صلح کرنا) کی ہے لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مجرم ہیں (معاذ اللہ، معاذ اللہ)۔لہٰذا حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ دونوں کے خلاف جہاد ضروری ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خارجیوں کو جنگ نہروان میں شکست فاش دی۔(تفصیل آگے آرہی ہے) لیکن ان کی شورش (شوروغل، اودھم، چیخ و پکار) پھر بھی جاری رہی چنانچہ اہل سنت کے چوتھے خلیفہ حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم پر خارجی ابن ملجم نے ۲۶/جنوری ۶۶۱ء بمطابق ۱۹/رمضان المبارک ۴۰ھ کو کوفہ کی مسجد میں زہر آلود خنجر کے ذریعے نماز کے دوران قاتلانہ حملہ کیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سخت زخمی ہو گئے، اگلے دو دن تک زندہ رہے لیکن زخم گہرا تھا اس لیے جانبر نہ ہو سکے اور ۲۱/رمضان ۴۰ھ کو وفات پائی، (آپ تیسرے خلیفہ تھے جن کو خلافت کے دوران میں قتل کیا گیا، آپ سے پہلے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھی قتل (شہید) کیا جا چکا تھا۔) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد (زمانہ) میں بھی ان کی بغاوتیں جاری رہیں، ان کا دائرۂ عمل شمالی افریقہ تک پھیل گیا۔کوفہ اور بصرہ ان کے دو بڑے مرکز تھے، عباسی خلافت تک ان لوگوں کا اثر و رسوخ رہا اور حکومت کے خلاف جنگیں لڑتے رہے اور اسلام کے پیروکاروں کے لیے دردِ سر بنے رہے۔

خوارج کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی پیشن گوئی:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک بار رسول اللہ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ عبداللہ بن ذی الخولیصرہ تمیمی آیا اور کہنے لگا: ''اے اللہ کے رسول! عدل سے کام لیجیے۔''

آپ نے فرمایا: ''تمھاری خرابی! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا؟''

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا:

''مجھے اجازت دیجیے کہ اس کی گردن اڑادوں۔''

آپ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو اس کے ایسے ساتھی ہیں کہ آپ میں سے کوئی شخص، ان کی نماز کے مقابلے میں اپنی نماز کو حقیر سمجھے گا، اور اپنے روزے کو ان کے روزوں کے مقابلے میں حقیر سمجھے گا۔ یہ لوگ دین سے ایسے دور نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے اور اس کے پروں کو دیکھا جائے تو کچھ معلوم نہیں ہوتا ہے۔ پھر اس (تیر کے) پھل کو دیکھا جائے تو معلوم نہیں ہوتا ہے (کہ یہ شکار کے اندر سے گزرا ہے) حالاں کہ وہ خون اور گوبر سے ہوکر گزرا ہے۔ ان کی نشانی یہ ہوگی کہ ان میں ایک ایسا آدمی ہوگا جس کا ایک ہاتھ یا ایک چھاتی، عورت کی طرح ہوگی۔ یا فرمایا کہ گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہوگی اور ہلتی ہوگی۔ یہ لوگوں میں خانہ جنگی کے وقت نکلیں گے۔''

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کا قتل کیا تو ان کے پاس تھا۔ اس وقت (ان کے سامنے) ایک شخص اسی صورت کا لایا گیا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا تھا۔ انہیں کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

ترجمہ: ''ان میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو آپ پر صدقات کے بارے میں طعنہ زنی کرتے ہیں'' (بخاری: کتاب استابۃ المرتدین، حدیث نمبر ۵۶۳۳۔ ۶۵۳۴)

خارجیوں کی خانہ جنگی:

خارجیوں نے خلافت راشدہ کے صحابۂ کرام سے دشمنی کی حد پار کر دی تھی۔ ایک بار انہوں نے ایک صحابی رسول حضرت عبداللہ بن حباب رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا اور ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں رائے طلب کی۔ انہوں نے ان سب کی تعریف کی

تو انہیں شہید کر دیا۔ ان کے ساتھ ایک خادمہ بھی تھی جو حاملہ تھی، اسے بھی شہید کر دیا۔ ان خوارج کا زہد و تقویٰ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ انسان کا قتل ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا، لیکن بقیہ معاملات میں یہ بڑے محتاط تھے۔ ایک جگہ ایک درخت سے کھجور گرا تو ایک خارجی نے اسے منھ میں ڈال لیا اس کے ساتھی نے اسے ٹوکا کہ یہ کھجور لینا تمھارے لیے حرام ہے۔ اس نے منھ سے کھجور نکال کر پھینک دیا اور اپنا ہاتھ بھی کاٹ لیا۔ اس کردار کے لوگ اب بھی ہمارے سامنے نظر آتے ہیں جو انسانوں کے قتل کو بڑا مسئلہ نہیں سمجھتے ہیں لیکن چھوٹے چھوٹے معاملات میں زہد و تقویٰ کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ شام و عرب میں داعش، تو افریقہ میں بوکوحرام، لادین گروپ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے خوارج کو بہت سمجھایا، لیکن حضرت عبداللہ بن حباب رضی اللہ عنہ کا سن کر ان خوارج کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ آپ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنھم کی سربراہی میں ایک فوج خوارج کی طرف بھیجی۔ براہ راست حملہ کرنے کے بجائے پہلے خوارج کو دعوت دی کہ وہ قاتلین کو ان کے حوالے کریں اور توبہ کر کے مسلمانوں سے آ کر مل جائیں لیکن خوارج نے انکار کر دیا اور اس کے بعد حضرت ابو ایوب انصاری اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی انھیں سمجھایا، لیکن یہ کسی طرح نہیں مانے۔ اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک سفید جھنڈا کھڑا کر کے اعلان کیا کہ جو شخص جنگ کے بغیر اس جھنڈے کے نیچے آ جائے، اسے امان حاصل ہو گی اور جو یہاں سے نکل کر کوفہ یا مدائن چلا جائے، اسے بھی امان حاصل ہو گی۔ متعدد خوارج نے اس آفر (پیشکش offfer) سے فائدہ اٹھا کر امان حاصل کی۔ خوارج کی تعداد محض ۴۰۰۰ تھی جن میں سے ۲۸۰۰ آدمی عبداللہ بن وہب الراسبی کے ساتھ رہ گئے تھے۔ انھوں نے جنگ کی لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے لشکر کے ہاتھوں سب مارے گئے۔ جنگ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خوارج کے ۴۰۰ زخمیوں کی مرہم پٹی کرائی اور انھیں ان کے قبائل میں بھیج دیا، آپ نے ان کا مال واسباب بھی واپس کر دیا۔ اس سے زیادہ اور اچھا سلوک کسی نے باغیوں سے کیا کیا ہو گا؟ وغیرہ وغیرہ۔ تفصیل کے لیے اسلامی تاریخ کا مطالعہ فرمائیں۔

مضمون کی طوالت کا خوف بھی ستا رہا ہے۔ اللہ اسی کو قبول فرمائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اور آپ کے اہم کارنامے:

۳۵ھ میں مسلمانوں نے خلافت اسلامی کا منصب علی ابن طالب کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے پہلے انکار کیا، لیکن جب مسلمانوں کا اصرار بہت بڑھ گیا تو آپ نے اس شرط کے ساتھ منظور کیا کہ میں بالکل قرآن اور سنت کے مطابق حکومت کروں گا اور کسی رو رعایت سے کام نہ لوں گا۔ اس شرط کو مسلمانوں نے منظور کر لیا اور آپ نے خلافت قبول فرمالی، لیکن زمانہ آپ کی خالص مذہبی سلطنت کو برداشت نہ کر سکا۔ آپ کے خلاف بنی امیہ اور بہت سے وہ لوگ بغاوت کرنے لگے جنھیں آپ کی مذہبی حکومت میں اقتدار کے ختم ہونے کا خطرہ تھا۔ آپ نے سب کا مقابلہ کیا، آپ کی خلافت میں بہت اہم اور بڑے بڑے کام ہوئے۔ آپ کی خلافت میں ایک بہت بڑا دینی و علمی اہم کام ہوا۔ کتاب جامعہ کہ بنا بر روایت ابوبصیر، علی ابن طالب نے اس میں اسلامی احکام رسول کریم ﷺ کی زبان مبارک کہے ہوئے لکھے اور اس میں متعدد موضوعات کے حلال وحرام کے مسائل جمع فرمائے۔ یہ ایک ضخیم کتاب ہے، اسے کتاب علی بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں احادیث پاک جمع فرمائیں، بے شمار احادیث نبوی آپ نے نقل فرمائی ہیں۔ چوں کہ آپ سب سے زیادہ رسول کریم ﷺ کے قریب اور ساتھ رہے تو سب سے زیادہ فرامین سنتے تھے۔ (مزید تفصیل کے لیے اسلامی تاریخ کا مطالعہ فرمائیں)

حضرت مولیٰ علی کی خلافت میں عربی گرامر کی ابتدا:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا علمی مقام بہت بلند تھا اور کیوں نہ ہو کہ ان کی شان میں نبی کریم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔''

پوری حدیث پاک یہ ہے:

انا مدینۃ العلم و ابو بکر اساسھا و عمر حیطانھا و عثمان شفقھا و علی

و بابہا ۔ (رواہ الحاکم، الطبرانی: حدیث نمبر ۱۰۸۹، ۱۰۹۰۔ الشوکانی: حدیث نمبر ۳۰۷، ۳۰۸، القول المجموعہ)

ترجمہ: میں شہر علم ہوں، ابوبکر اس کی بنیاد ہیں، عمر اس کی دیواریں ہیں، عثمان اس کی چھت ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم عربی گرامر کے موجد ہیں (ایجاد کرنے والے ہیں)۔ آپ ایسے علم کے موجد ہیں جس کے بغیر کوئی شخص عالم نہیں بن سکتا۔ آج اگر کوئی انسان عالم ہے اور قرآن وحدیث کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو یہ صلاحیت صرف اسی علم کے بدولت ہے جس کے موجد باب العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور وہ علم عربی گرامر (Grammer) یعنی علم نحو وصرف ہے۔ ہر اہل علم اس بات کو جانتا ہے کہ کسی زبان کو سمجھنے کے لیے اس کی لغت کی معرفت کتنا ضروری ہے، پھر عربی لغت کی اہمیت تو اور بڑھ جاتی ہے۔ قرآن وحدیث کو پڑھنا، سمجھنا، علم نحو اور صرف یعنی عربی گرامر کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی لیے عربی گرامر کے متعلق کہا گیا ہے:

اَلصَّرْفُ اُمُّ الْعُلُوْمِ وَالنَّحْوُ اَبُوْھَا

علم صرف تمام علوم کی ماں ہے اور علم نحو ان سب کا باپ ہے۔

اور ان دونوں علوم کے موجد ومؤسس (بانی) (Founder) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ سب سے پہلے آپ ہی نے ان دونوں علوم کے بنیادی قوانین املا کرائے اور اسم، فعل اور حرف کی پہچان بتائی۔ پھر ان کے بتائے ہوئے علم کو بغرض سہولت دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک کو ''صرف'' کا نام دیا گیا اور دوسرے کو ''نحو'' کا۔ حقیقت میں ''صرف'' نحو ہی کا ایک حصہ ہے اور اس کے موجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ حضرت امیر المومنین نے بہت سے ایسے کاموں کی ابتدا فرمائی جس کے آثار نہ صرف یہ کہ باقی و پائندہ ہیں بلکہ جب تک عربی زبان اور اس کے قواعد نحو وصرف باقی ہیں حضرت علی کا کارنامہ زندہ و جاوید رہے گا۔

ابولقاسم الزجاجی کی کتاب ''مالی'' میں لکھا ہے:

(ابوالاسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کو دیکھا کہ سر جھکائے متفکر بیٹھے ہیں۔ میں نے عرض کیا:
امیر المومنین! کس معاملے میں فکر مند ہیں؟
فرمایا: تمہارے شہر میں عربی غلط طریقے پر بولتے ہوئے سنتا ہوں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ زبان کے اصول وقواعد میں ایک یادداشت تیار کردوں۔
میں نے عرض کیا:
انْ فعلتَ هٰذا حييْتنا و بقيت فينا هٰذهِ اللغة ۔اگر آپ ایسا کردیں تو ہمیں آپ کے ذریعہ زندگی مل جائے گی اور ہمارے یہاں عربی باقی رہ جائے گی۔
اس گفتگو کے تین روز بعد میں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ایک کاغذ مرحمت فرمایا اس میں علم نحو کے ابتدائی مسائل درج تھے۔"
(تاریخ الاسلام للذہبی ملخصاً: ج ۲،ص ۴۷۹)
حضرت علی کے دور خلافت میں بہت سے کام ہوئے جن کے لکھنے کے لیے کتاب کی ضرورت ہوگی، چھوٹے سے مضمون میں اس کی تفصیل ممکن نہیں۔آپ کی شان علمی بہت اعلیٰ ہے۔ بدنصیب لوگ ہیں جو آپ کی شان وعظمت سے انکار کرتے ہیں۔آپ کے بے شمار خصائص وصفات ہیں، چند ملاحظہ فرمائیں:
(۱) ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سورۂ توبہ کے ساتھ بھیجا اور حضرت علی کو بھی ساتھ میں بھیجا تو فرمایا:
لایذهبُ بها الا رجل هو مني وانا منه۔
اس اعلان براءت کے ساتھ فقط وہ شخص جائے گا جو مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حسنین، فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان پر چادر پھیلائی پھر دعا فرمائی:
اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِي، فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْراً
اے اللہ! یہ ہیں میرے اہل بیت، ان سے ہر طرح کی پلیدی دور فرمادے اور انہیں

خوب پاک فرمادے۔

(۳) آپ بچوں میں سب سے اول شخص ہیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اسلام لائے۔

آپ کے بے شمار فضائل و کمالات بے پناہ شجاعت سے دین اسلام کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ آپ انتہائی بہادر اور شجاع تھے۔ اسلام کی سب سے پہلی جنگ غزوہ بدر میں ۲۷ مشرکین میں سے ۳۶ کو آپ ہی نے واصل جہنم کیا تھا۔ حضور کے زمانے کے بعد بھی اسلامی جنگوں میں آپ بنفس نفیس شریک رہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو آپ کا اور تمام اہل بیت کا و تمام صحابہ کرام کا سچا عاشق بنائے اور سب کا احترام کرنے کے توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

●●●

نواسہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا بچپن

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے لے کر شہادت عظمٰی تک آپ کے فضائل میں بہت سی حدیثیں موجود ہیں۔ پھر جو دونوں شہزادوں حضرت امام حسن وحضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل میں احادیث کریمہ کے ذخیرے میں موجود ہیں، وہ الگ ہیں۔ جب سے دنیا قائم ہے اس وقت سے لے کر آج کی تاریخ کا اگر مطالعہ کریں تو بہت سے واقعات سامنے آتے ہیں، لیکن جس طرح کربلا کی سرزمین میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اپنے جاں نثاروں کے ساتھ ہوئی، اس طرح کی مثال پوری تاریخ (History) میں نہیں ملتی۔ آپ کی ولادت سے لے کر شہادت تک کے واقعات کو پڑھ کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ آپ کے بچپن کے واقعات بھی بہت ہی پیارے ہیں، آیئے ان کو احادیث کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔

اولاد علی اولاد نبی:

حدیث پاک میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَ ذُرِّیَتہٗ کُلِّ نَبِیٍّ فِیْ صُلْبِہٖ وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَا لیٰ جَعَلَ ذُرِّیَتِ فِیْ صُلْبِ عَلِیِّ اِبْنِ اَبِیْ طَالِبٍ

ترجمہ: ’’فرمایا بیشک اللہ عزوجل نے ہر نبی کی اولاد ان کی پشت سے پیدا کی اور بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری اولاد (حضرت) علی ابن طالب کی پشت سے پیدا فرمائی۔‘‘ (صواعق محرقہ: ص ۱۵۴، بحوالہ خطبات کربلا: ص ۴۹)

''سفاف الراغبین'' فی سیرۃ المصطفٰے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں ہے، جس کا ترجمہ اس طرح ہے:
''سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد وفرزند کہلاتے ہیں۔
''ہر ماں کی اولاد اپنے عصبہ (فرزند نرینہ) کی طرف منسوب ہوتی ہے، جب کہ فاطمہ کی اولاد کا عصبہ اور ولی میں ہوں۔''

ایک حدیث میں ہے کہ ہر ماں کی اولاد اپنے اولاد اپنے آبائی خاندان کی طرف منسوب ہوتی ہے، بجز اولاد فاطمہ کے جن کا ولی اور عصبہ میں ہوں۔

آپ کی ولادت:

ابن علی (حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھوٹے نواسے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چھوٹے بیٹے تھے آپ کی ولادت مبارکہ ۵ شعبان المعظم، ۴ر ہجری بمطابق ۸ جنوری ۶۲۶ء کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ (اور شہادت ۱۰ رمحرم الحرام، ۶۱ ر ہجری بمطابق ۱۰ را کتوبر ۶۸۰ء کو کربلا، عراق میں ہوئی۔ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے کان میں اذان دی، منہ میں لعاب دہن ڈالا اور آپ کے لیے دعا فرمائی۔ پھر ساتویں دن آپ کا نام حسین رکھا۔ حضرت مفضل سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسن اور حسین کے ناموں کو حجاب میں رکھا یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔ کنیت، ابوعبداللہ اور لقب سبط رسول اور وریحانۃ الرسول ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نے فرمایا:

ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبیر وشبر رکھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا نام انھیں کے نام پر حسن اور حسین رکھا۔ (صواعق محرقہ: ص ۱۱۸)

ایک حدیث میں ہے:
اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ اِسْمَانِ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔
ترجمہ: حسن اور حسین جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں۔
عرب کے زمانۂ جاہلیت میں یہ دونوں نام نہیں تھے۔ (صواعق محرقہ: ص ۱۱۸)

آپ کا عقیقہ ساتویں دن کیا گیا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خودامام حسن اورامام حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے عقیقے میں ایک ایک دنبہ ذبح کیا۔

حضرت امام حسن وحسین کی پرورش:

آقائے نعمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں آپ کی پرورش ہوئی۔ظاہری بات ہے وہ ہستی جس کو اللہ نے دنیا کوراہ راست پرلانے کے لیے رسول بنا کر بھیجا،آپ کی نگہداشت میں جو بچہ پلے گا بڑھے گا،اس کی تربیت کے کیا کہنے۔علامہ ڈاکٹر اقبال عرض کرتے ہیں:

نور چشم رحمۃً اللّعا لمین آں امام اوّ لیں وآخریں
بانوے آں تا جدار ہل اَ تیٰ مرتضٰی مشکل کشا شیر خدا
ما در آں قافلہ سالار عشق مادر آں مر کزِ پر کار عشق

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید کربلا امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بہت محبت فرماتے اورآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معرکۂ عظیم حق وباطل میں فرق کرنے والی جنگ کربلا کے دن کے لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خودتربیت فرمائی تھی اورآپ کے بارے میں صراحتاً فرماتے تھے:

میرے اس بیٹے کومیری امت کے اوباش حاکم شہید کریں گے۔

اور کبھی فرماتے:

اے ام سلمہ! جب یہ مٹی خون میں بدل جائے تو یقین کر لینا کہ میرالخت جگر شہید کیا گیا۔(بحوالہ معجم الکبیر)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں بچوں کی پرورش میں لگے رہتے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے گہوارے میں آپ دونوں پروان چڑھ رہے تھے۔ایک طرف نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی زندگی کا مقصد ہی اخلاق انسانی کی تکمیل تھی جیسا کہ حدیث میں ہے،حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اخلاق کے مالک

تھے۔(مسلم: حدیث نمبر ۱۵۰۰)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث خُذِا لْعَفْوَ (عفو کو اختیار کرو) کی تفسیر کے سلسلے میں روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کے بداخلاقی میں عفو کو اختیار کریں۔

(مسلم: باب عفو درگزر انتقام نہ لینے کا بیان، حدیث نمبر ۱۷۸۷)

ایک طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق کریمانہ کا سایہ، اور دوسری طرف امیر المومنین علی ابن ابوطالب جو اپنے عمل سے خدا کی مرضی پر جانثار تھے، اور تیسری طرف فاطمۃ الزہرا جو خواتین کے طبقے میں پیغمبر اسلام کی دعوت کو عملی طور پر پہنچانے کے لیے ہی قدرت کی طرف سے پیدا ہوئی تھیں۔ ان تینوں عظیم ترین شخصیات کے پاک اور نورانی ماحول میں حضرت امام حسین اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہما کی پرورش ہوئی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہیں کلی جس میں حسین وحسن پھول

نواسوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت:

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے دونوں نواسوں کے ساتھ بہت محبت فرماتے۔ انہیں سینۂ مبارک پر بٹھاتے، کاندھوں پر چڑھاتے اور مسلمانوں کو تاکید فرماتے کہ ان سے محبت رکھو۔ چھوٹے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کی محبت کا کچھ خاص امتیاز تھا۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز میں سجدے کی حالت میں تھے کہ حسین رضی اللہ عنہ پشت (پیٹھ) مبارک پر آ گئے یہاں تک کہ (بچہ) امام حسین رضی اللہ عنہ خود سے بخوشی پشت پر سے اتر گئے تو آپ نے سر سجدے سے اٹھایا۔ نبی کریم ارشاد فرماتے ہیں:

اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا۔

جس نے حسین سے محبت کی، اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔(مشکوٰۃ: ص ۵۷۱)

اسی لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرنا ہے اور

حضور سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ:ص۶۰۵)

حضرت امام حسین سے آقا ﷺ کی محبت کی بہت سی مثالیں ہیں اور حدیثیں بھی ہیں۔ایک دل پذیر حدیث مطالعہ فرمائیں اور اپنے دل کو محبت حسین سے بھر لیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور حضور کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں داڑھی مبارک میں داخل کر دیں۔حضور نے ان کا منھ کھول کر بوسہ لیا پھر فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَ اَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت فرما جو اس سے محبت کرے۔(نور الابصار:ص ۱۱۴۔خطبات محرم:ص ۳۳)

نبی کریم ﷺ کی تربیت کا نتیجہ ہی تھا کہ آپ انتہائی عابد و زاہد اور بہت فضیلت کے مالک تھے۔کثرت سے نماز، روزہ، حج، صدقہ اور دیگر امورِ خیر ادا فرماتے تھے۔آپ نے پیدل چل کر ۲۵ حج کیے۔اللہ، اللہ! نماز کی پابندی کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کی شہادت بھی سجدے میں ہوئی۔آپ کی چاہت و محبت کا دم بھرنے والوں کو نماز سے بھی محبت ہونی چاہیے تبھی سچے حسینی کہلانے کے حق دار ہوں گے، ورنہ دعویٰ بے دلیل صحیح نہیں ہوتا۔آپ کے محاسن و کمالات احادیث سے لے کر بزرگان دین کی بیاض اور تاریخ کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔مسلمانوں کو چاہیے کہ آپ کے بچپن سے لے کر شہادت تک کے واقعات اپنے بچوں اور نئی نسلوں کو بتائیں تا کہ ان کے دلوں میں ایمانی حرارت پیدا ہو اور سچ و حق پر چلنے کی ترغیب ملے۔اللہ ہمیں شہیدان کربلا کی طرح سچ اور حق پر چلنے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زندگی سے سبق لینے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین۔

●●

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کی عظیم شہادت

واقعہ کربلا کو آج تقریباً ۱۳۷۳ر سال گزر چکے ہیں مگر یہ ایک ایسا المناک اور دل فگار (غمزدہ) سانحہ ہے کہ پورے ملت اسلامیہ کے دل سے محو (زائل ہونا، مٹنا) نہ ہوسکا۔ یہ واقعہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے وابستہ ہے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے، حضرت علی کرّم اللہ وجہہ اور بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے لخت جگر تھے۔ اسلامی تاریخ میں دورِ خلافت کے بعد یہ واقعہ اسلام کی دینی، سیاسی اور اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے اس عظیم واقعہ کے سوا بلا شک و شبہہ اور بلا مبالغہ دنیا کے کسی بھی دیگر حادثہ پر نسلِ انسانی کے اس قدر آنسو نہ بہے ہوں گے۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک سے جس قدر خون دشتِ کربلا میں بہا تھا اس کے بدلے پوری ملتِ اسلامیہ ایک ایک قطرے کے عوض اشک ہائے رنج وغم کا ایک سیلاب بہا چکی ہے اور لگا تار بہا رہی ہے اور بہاتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے واقعہ کربلا کو ہمیشہ کے لیے زندہ وجاویدہ بنا دیا تا کہ انسان اور خصوصاً ایمان والے اس سے عبرت حاصل کرتے رہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت مبارکہ ۵ شعبان المعظم ۴ھ کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے کان میں اذان دی، منھ میں لعابِ دہن ڈالا اور آپ کے لیے دعا فرمائی پھر ساتویں دن آپ کا نام 'حسین' رکھا اور عقیقہ کیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب سبط رسول اور ریحانہ رسول ہے۔ حدیث شریف میں

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبیر وشبر رکھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا انہیں کے نام پر حسن اور حسین رکھا۔'' (صواعق محرقہ:ص۱۱۸)

اس لیے حسنین کریمین کو شبیر اور شبر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔سریانی زبان میں شبیر وشبر اور عربی زبان میں حسن وحسین دونوں کے معنیٰ ایک ہی ہیں۔ایک حدیث پاک میں ہے:

اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ اِسْمَانِ مَنْ اَهْلِ الْجَنَّة۔ (صواعق محرقہ:ص۱۱۸۶)

ترجمہ: حسن اور حسین جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں۔

ابن الاعرابی حضرت مفضل سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام مخفی (پوشیدہ) رکھے یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نواسوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔
(اشرف المؤید:ص۷۰)

حضرت امام حسین کے فضائل:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ حضرت یعلیٰ بن مرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حُسَيْنُ مِنِّي وَ اَنَا مِنَ الْحُسَيْن

ترجمہ: حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔

یعنی حسین رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسین رضی اللہ عنہ سے انتہائی قرب ہے گویا کہ دونوں ایک ہیں۔حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ سے دوستی حضور سے دوستی ہے۔حسین رضی اللہ عنہ سے دشمنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی ہے اور حسین رضی اللہ عنہ سے لڑائی کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑائی کرنا ہے۔حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَحَبَّ اللہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا ۔ ترجمہ: جس نے حسین سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی ۔(مشکوٰۃ:ص۵۷۱)

اس لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا حضور ﷺ سے محبت کرنا ہے اور حضور ﷺ سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ:ص۶۰۵)

۞ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جسے پسند ہو کہ کسی جنتی جوانوں کے سردار کو دیکھے تو وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔

(نورالابصار:ص ۱۱۴)

۞ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دوڑے ہوئے آئے اور حضور ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں داڑھی مبارک میں داخل کر دیں۔حضور ﷺ نے ان کا منہ کھول کر بوسہ لیا اور فرمایا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَ اَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اُس سے بھی فرما جو اس سے محبت کرے۔(نورالابصار:ص ۱۱۴)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور آقاے دو عالم ﷺ نے صرف دنیا والوں ہی سے نہیں چاہا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کریں بلکہ خداے تعالیٰ سے بھی عرض کیا کہ تو بھی اس سے محبت فرما۔ بلکہ یہ بھی عرض کیا کہ حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والوں سے بھی محبت فرما۔

۞ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لعابِ دہن (رال،تھوک) کو اس طرح چوستے ہیں جیسے کہ آدمی کھجور چوستا ہے۔یَمْتَصُّ لُعَابَ الْحُسَیْنِ کَمَا یَمْتَصُ الرَّجُلُ التَّمَرَۃَ۔

(نورالابصار:ص ۱۱۴)

۞ مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کعبہ شریف کے سائے میں تشریف فرما تھے۔انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

هٰذَا اَحَبُّ اَهْلِ الْاَرْضِ اِلٰی اَهْلِ السَّمَآءِ الْیَوْمَ ۔ آج یہ آسمان والوں کے نزدیک تمام زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں۔(اشرف لموبہ:ص ۶۵)

اب وہ روایتیں ملاحظہ فرمائیں جو دونوں صاحب زادوں کے فضائل پر مشتمل ہیں۔

۞ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ سَیِّدَ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حسن وحسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔(مشکوٰۃ شریف:ص ۵۷۰)

۞ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنُ هُمَا رُیْحَانِیَ مِنَ الدُّنْیَا حسن اور حسین دنیا کے میرے دو پھول ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف:ص ۵۷۰)

اس حدیث پاک کی ترجمانی حضرت مولانا احمد رضا خان نے بڑے پیارے انداز میں فرمائی ہے:

کیا بات ہے رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

۞ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ کے ایک کندھے پر حضرت حسن کو اور دوسرے کندھے پر حضرت حسین کو اُٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہمارے قریب تشریف لے آئے اور فرمایا:هٰذَانِ اِبْنَاءِیَ وَ اِبْنَا اِبْنَتِی یہ دونوں میرے بیٹے اور میرے نواسے ہیں، پھر فرمایا:اَللّٰهُمَّ اِنِّی اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَ اَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّهُمَا اے اللہ! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور جو ان سے محبت کرتا ہے ان کو بھی محبوب رکھ۔(مشکوٰۃ شریف:ص ۵۷۰)

۞ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے دو عالم ﷺ اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ ایک کندھے پر حضرت حسن کو اور دوسرے کندھے پر حضرت حسین کو اٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہمارے قریب تشریف لے آئے اور فرمایا:مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَ مَنْ اَبْغَضُهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ جس نے ان دونوں سے محبت کی تو اس نے

مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔
(اشرف المویہ:ص ۱۷)

حسنین کریمین کی بیماری اور والدین کریمین کی منت:

یتیموں سے اور مسکینوں سے حسن سلوک اور شفقت ومحبت کا معاملہ رکھنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت کی بشارت دی ہے جو بہت بڑا انعام واکرام ہے۔ ربِ کائنات کا ارشاد گرامی ہے:

ترجمہ: اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر (یعنی ایسی حالت میں جب کہ خود انہیں کھانے کی حاجت وخواہش ہو) مسکین اور یتیم اور قیدی کو ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گذاری نہیں مانگتے۔ بیشک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچالیا اور انہیں تازگی اور شادمانی دی۔ (پارہ/ ۲۹، رکوع ۱۹)

ان آیات کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ایک موقع سے بیمار پڑ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی کنیز فضّہ نے ان کی صحت کے لیے تین روزوں کی منت مانی۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت دی اور نذر (منت) کی وفا کا وقت آیا تو سب نے روزے رکھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جولائے۔ حضرت خاتونِ جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھی گئیں تو پہلے روز مسکین، دوسرے روز یتیم اور تیسرے روز قیدی نے آ کر سوال کر دیا تو تینوں روز ساری روٹیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں تو پہلے روز صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا تو ان کا یہ عمل ربِ کائنات کی بارگاہ میں اس قدر مقبول ہوا کہ یہ آیات کریمہ ان کی شان وعظمت اور ان کے حق میں نازل ہوئیں، جن میں انہیں بڑے انعام واکرام اور جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

یہ آیات کریمہ اگر چہ مخصوص لوگوں کے حق میں نازل ہوئیں جن میں انہیں بڑے انعام واکرام اور جنت کی بشارت دی گئی ہے لیکن ان میں عام مومنوں کے لیے تعلیم ہے کہ اگر وہ بھی مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں سے حسن سلوک اور شفقت ومحبت کریں تو انہیں بھی طرح طرح کے انعام واکرام اور جنت سے سرفراز کیا جائے گا اور رب کائنات انہیں بھی آخرت کی پریشانیوں سے محفوظ اور جنت کی راحتوں سے لبریز کرے گا۔

آپ کی شہادت کی شہرت:

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے ساتھ ہی آپ کی شہادت بھی شہرتِ عام ہوگئی تھی۔ حضرت علی، حضرت فاطمہ زہرا اور دیگر صحابہ کبار واہلِ بیت کے جان نثار رضی اللہ عنہما سبھی لوگ آپ کے زمانۂ شیر خوارگی ہی میں جان گئے تھے کہ یہ فرزند ارجمند ظلم وستم کے ہاتھوں شہید کیا جائے گا اور ان کا خون نہایت بے دردی کے ساتھ زمین کربلا میں بہایا جائے گا۔ جیسا کہ ان احادیث کریمہ سے ثابت ہے جو آپ کی شہادت کے بارے میں وارد ہیں۔ حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز حضور ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوکر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی گود میں دیا۔ پھر میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور ﷺ کی مبارک آنکھوں سے لگا تار آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ کیا حال ہے؟ فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے یہ خبر پہنچائی کہ اِنَّ اُمَّتِیۡ سَتَقۡتُلُ اِبۡنِیۡ میری امت میرے اس فرزند کو شہید کرے گی۔ حضرت اُم الفضل فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس فرزند کو شہید کرے گی! حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ پھر حضرت جبرئیل میرے پاس اس کی شہادت گاہ کی سرخ مٹّی بھی لائے۔ (مشکوٰۃ:ص ۵۷۲)

ابن سعد اور طبرانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اِبۡنِیۡ اَلۡحُسَیۡنُ یُقۡتَلُ بَعۡدِیۡ بِاَرۡضِ الطَّفِ میرا بیٹا میرے

بعد ارضِ طِف میں قتل کیا جائے گا۔اور جبرائیل میرے پاس وہاں کی مٹی بھی لائے اور مجھ سے کہا کہ یہ حسین کی خوابگاہ (مقتل) کی مٹی ہے۔(صواعق محرقہ:ص ۱۱۸)

طف، کوفہ کے قریب اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بارش کے فرشتے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے کے لیے اللہ سے اجازت طلب کی۔جب وہ فرشتہ اجازت ملنے پر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا تو اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں بیٹھ گئے تو آپ ان کو چومنے اور پیار کرنے لگے۔فرشتے نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ حسین سے پیار کرتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔اس نے کہا: اِنَّ اُمَّتَكَ سَتَقْتُلُه، آپ کی امت حسین کو قتل کردے گی۔اگر آپ چاہیں تو میں ان کی قتل گاہ کی (مٹی) آپ کو دکھادوں۔پھر وہ فرشتہ سرخ مٹی لایا جسے اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کپڑے میں لے لیا۔ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلمہ! جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسین شہید کردیا گیا۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس مٹی کو ایک شیشی میں بند کرلیا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن خون ہوجائے گی۔

(صواعق محرقہ:ص ۱۱۸)

ابن سعد حضرت شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے موقع پر کربلا سے گزر رہے تھے کہ ٹھہر گئے اور اس زمین کا نام پوچھا۔لوگوں نے کہا اس زمین کا نام کربلا ہے۔کربلا کا نام سنتے ہی آپ اس قدر روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہوگئی۔پھر فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک روز حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو رہے ہیں۔میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: ابھی میرے پاس جبرائیل آئے تھے، انہوں نے مجھے خبر دی: اِنَّ وَلَدِیَ الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِشَاطِئِ الْفُرَاتِ بِمَوْضِعٍ یُقَالُ لَه، کَرْبَلَاءِ میرا بیٹا حسین دریائے فرات کے کنارے اس جگہ شہید کیا جائے گا جس کو کربلا کہتے ہیں۔

ابونعیم اصبغ بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا کہ ہم حضرت علی رضی

اللہ عنہ کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر گاہ سے گزرے تو آپ نے فرمایا یہ شہیدوں کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے اور اس مقام پر کجاوے رکھے جائیں گے اور یہاں ان کے خون بہائے جائیں گے۔ آلِ محمد ﷺ کے بہت سے جوان اسی میدان میں شہید کیے جائیں گے اور زمین و آسمان ان پر روئیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف: ص ۵۷۲۔ خصائص کبریٰ: ج ۲، ص ۱۲۶)

آپ کی فضیلت کے لیے یہ ہی کافی ہے کہ امام الانبیاء حضور ﷺ نے انہیں اسی دنیا میں نہ صرف جنّتی ہونے کی بشارت دی بلکہ نوجوان جنتیوں کا سردار قرار دیا اور ان کی محبت کو ایمان کا حصّہ بتاتے ہوئے یہ فرمایا کہ ''اے خدا! میں حسین سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو کوئی حسن و حسین سے محبت رکھے ان سے تو بھی محبت فرما۔'' بے شک ہر مسلمان ان سے محبت رکھتا ہے اور محبت کی سب سے بڑی علامت (نشانی) یہی ہے کہ ہر نماز میں درود شریف میں نبی رحمت ﷺ کے ساتھ ان کے آل و اولاد پر بھی درود بھیجتا ہے۔

معرکہ حق و باطل اور امام حسین:

امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت سے معرکہ حق و باطل جو کربلا میں رونما ہوا، اس نے ساری دنیا کو اپنی جانب متوجہ کیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد ۵۶ھ میں یزید ولی عہد مقرر ہوا۔ اس کے خلیفہ بنتے ہی طوائف الملوکی شروع ہو گئی اور اسلامی خلافت کے بجائے بادشاہت و آمریت نے پنجہ گاڑنا شروع کر دیا۔ چوں کہ افضل الجہاد کی نظیر پیش کرتے ہوئے ظالم و جابر بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے چنانچہ اس کی عملی تصویر بن کر امام حسین رضی اللہ عنہ دین اسلام کی سر بلندی کی خاطر اُٹھ کھڑے ہوئے کہ دین حق اس طریقے کا داعی نہیں، یہ اسلامی روح کے خلاف ہے اور یہ پیغام دیا کہ مومن حکومت و سلطنت ظلم و جبر اور طاقت و قوت کے آگے ہتھیار نہیں ڈال سکتا ہے۔ آپ نے یزید کی امارت و بیعت کا انکار کرتے ہوئے اس کی اطاعت قبول نہ فرمائی اور اس کی بیعت کو ٹھکرا دیا اور یہ اعلان کر دیا کہ

مردِ حق باطل سے ہرگز خوف کھا سکتا نہیں
سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

آپ کو یزیدی لشکر کے خطرناک عزائم کا انکشاف ہوا تو حُرمت کعبہ کی خاطر وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا۔ اسی درمیان کوفیوں کے ہزاروں عقیدت بھرے خطوط ملے مگر آپ ان پر کیسے بھروسہ کرتے۔ کیوں کہ ان ہی لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کیا تھا اس لیے تحقیق کے خاطر اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو وہاں بھیجا۔ ان کے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار لوگوں (ایک روایت کے مطابق ۲۷۰۰۰ لوگوں) نے بیعت کی۔ اس کو دیکھ کر حضرت مسلم نے حضرت امام حسین کو آنے کے لیے اجازت (خط لکھ دیا) دی تو آپ کوفہ کے لیے عازمِ سفر ہوئے۔ حالاں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ نے آپ کو کوفہ جانے سے منع فرمایا لیکن آپ نے دین حق کی خاطر جان کی قربانی کے لیے بھی ذرا سی کوتاہی نہ دکھائی۔ یزید کے گورنر عبیداللہ بن زیاد نے حضرت مسلم بن عقیل کے لیے زمین تنگ کر دی اور انہیں بے دردی سے شہید کر دیا۔ یہ خبر امام حسین رضی اللہ عنہ کو ملی، یہ ایک اندوہناک خبر تھی، آپ کو زبردست صدمہ پہنچا۔ واپسی پر نظر ثانی کی بھی جا سکتی تھی مگر حضرت مسلم کے خویش و اقارب جو وہاں موجود تھے، انہیں یہ گوارا نہیں تھا اس لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی واپسی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے خود ہی اپنے قافلے کے لوگوں کو یہ اجازت دے دی تھی کہ جسے واپس جانا ہے وہ چلا جائے۔ یہ سن کر صرف دو حضرات چھوڑ کر چلے گئے۔ ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ حر بن یزید نے ایک لشکر جرار کے ساتھ آپ کو محصور کر لیا تاکہ والیِ عراق عبداللہ بن زیاد کے سامنے پیش کیا جائے۔ اسی دوران نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ آپ نے نماز ادا فرمائی۔ بعد نماز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک خطبے کے ذریعے حر اور اس کے ساتھیوں (فوج) کے سامنے پوری بات رکھی۔ خطوط اور قاصدوں کا حوالہ دیا۔ حر حیران ضرور ہوا مگر اس نے خطوط کے متعلق لاعلمی ظاہر کی اور اس نے آپ کے قافلے کو روک لیا۔ یہاں بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ دیا جو تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہے:

(ترجمہ) ''اے لوگو! رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بھی

ایسے حاکم کو دیکھے کہ ظلم کرتا ہے، خدا کی حدود کو توڑتا ہے، سنتِ نبوی کی مخالفت کرتا ہے اور سرکشی سے حکومت کرتا ہے اور اسے دیکھنے پر بھی کوئی مخالفت نہیں کرتا ہے اور نہ اسے روکتا ہے تو ایسے آدمی کا اچھا ٹھکانہ نہیں ہے۔ دیکھو! یہ لوگ شیطان کے پیروکار ہیں۔ رحمٰن سے بے سرپیکار ہیں، حدودِ الٰہی معطل ہیں، حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرایا جارہا ہے۔ میں ان کی سرکشی کو حق اور عدل سے بدل دینا چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں سب سے زیادہ حقدار بھی ہوں۔ اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہو تو تمہارے لیے ہدایت ہے ورنہ عہد شکنی عظیم گناہ ہے۔ میں حسین ہوں۔ ابن علی، ابن فاطمہ، اور رسول اللہ ﷺ کا جگر گوشہ۔ مجھے اپنا قائد بناؤ، مجھ سے منھ نہ موڑو، میرا راستہ نہ چھوڑو، یہ صراطِ مستقیم کا راستہ ہے۔''

اس حقیقت افروز خطبے کا لوگوں پر کافی اثر ہوا لیکن لالچ اور خوف کی وجہ سے چپ رہے۔ ۹ ر محرم الحرام کی رات کا وقت تھا۔ آپ رات بھر عبادت میں مشغول رہے، صبح دس محرم کی تاریخ آگئی، دونوں اطراف میں صف آرائی ہو رہی تھی۔ نماز فجر کے بعد عمرو بن سعد اپنی فوج لے کر نکلا، ادھر امام حسین رضی اللہ عنہ بھی اپنے احباب کے ساتھ تیار تھے۔ آپ کے ساتھ ۷۲ نفوس قدسیہ جس میں بچے، بوڑھے، خواتین بھی شامل تھیں اور دوسری جانب ۹۰ ہزار کا لشکر جرار تمام ہتھیار سے لیس تھا۔ آپ نے جس جواں مردی کے ساتھ مقابلہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ جس طرف رخ کرتے، یزیدی فوج بھیڑیوں کی مانند بھاگ کھڑی ہوتی۔ معاملہ بہت طویل ہو گیا۔ معصوم اور شیر خوار بچے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے لگے، خیمے جلا دیئے گئے، بھوکے پیاسے نواسہ رسول ﷺ میدان کربلا میں صبر کا پہاڑ بن کر جمے رہے، یزیدی دور سے تیر برساتے رہے اور پھر ایک مرحلہ آیا کہ بدبخت شمر ذی الجوشن جب قریب آیا تو آپ پہچان گئے کہ یہی سفید داغ والا وہی بدبخت ہے جس کے بارے میں سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اپنے اہل بیت کے خون سے اس کے منہ کو رنگتا دیکھتا ہوں۔ وہ پیشن گوئی سچ ثابت ہوئی، شمر لعین کے لیے بدبختی ہمیشہ کے لیے مقدر

بن گئی۔ ادھر امام حسین رضی اللہ عنہ سجدے میں گئے اور شمر کی تلوار نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی گردن مبارک کو تن سے جدا کر دیا۔ وہ یومِ عاشورہ جمعہ کا دن تھا۔ ماہِ محرم الحرام ۶۱ھ میں یہ واقعہ پیش آیا۔ اس وقت امام حسین کی عمر شریف ۵۵ سال کے قریب تھی۔

پیغامِ شہادت امام حسین:

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہمیں کئی پیغام دیتی ہے۔ اول یہ کہ ایمان والا اپنے خون کے آخری قطرے تک حق وصداقت پر جما رہے اور باطل کی قوت سے مرعوب نہ ہو۔ دوسری بات یہ کہ امام حسین نے رضی اللہ عنہ یزید کی جن خرابیوں کے باعث مخالفت کی، ویسے لوگوں سے اپنے آپ کو الگ کرے اور فسق وفجور والا کام نہ کرے اور نہ ہی ویسے لوگوں کا ساتھ دے۔ یہ بھی پیغام ملا کہ ظاہری قوت کے آگے بسا اوقات نیک لوگ ظاہری طور پر مات کھا جاتے ہیں مگر جو حق ہے، جو سچائی ہے، وہ کبھی ماند نہیں پڑتی، مات نہیں کھاتی، وہ ایک نہ ایک دن ضرور رنگ لاتی ہے۔ یہی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام کا سرمایہ حیات یزیدیت نہیں بلکہ شبیریت وحسینیت ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہادت امتِ مسلمہ کے لیے کئی پہلو سے عملی نمونہ ہے، جس پر انسان عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی کو اسلامی طرز پر قائم رکھے، اسلامی زندگی اور اسلامی رنگ و روپ کی بحالی کے لیے صداقت وحقانیت، جہد مسلسل اور عمل پیہم میں حسینی کردار اور حسینی جذبہ ایثار و قربانی سے سرشار ہو۔ اقتدار کی طاقت جان تو لے سکتی ہے، ایمان نہیں۔ اگر ایمانی طاقت کارفرما ہو تو انسان کے عزم و استقلال کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ لندن کے مشہور مفکر ''لارڈ ہیڈلے'' کے بقول

> ''اگر حسین میں سچا اسلامی جذبہ کارفرما نہ ہوتا تو اپنی زندگی کے آخری لمحات میں رحم و کرم، صبر و استقلال اور ہمت و جواں مردی ہرگز عمل میں آ ہی نہیں سکتی تھی جو آج صفحہ ہستی پر ثبت ہے۔''

ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے حقیقی فلسفہ و

حقیقت اور مقصد کو سمجھا جائے اور اس سے ہمیں جو سبق اور پیغام ملتا ہے، اسے دنیا میں عام کیا جائے۔ پنڈت جواہر لال نہرو کے بقول ''حسین کی قربانی ہر قوم کے لیے مشعلِ راہ و ہدایت ہے'' اور جیسا کہ مولانا محمد علی جوہر نے شہادت حسین پہ کہا ہے کہ

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد
اور کسی شاعر نے بہت پیاری بات کہی ہے
نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ وہ ظلم ابن زیاد کا
جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

ہندوستان میں اسلام کی روشنی لانے پھیلانے والے صوفی چشتی بزرگ خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دیں است حسین دیں پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقّا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

اللہ ہم لوگوں کو شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ سے سبق لینے اور حق پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

●●●

امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور تصوف

اسلامی معاشرے میں تصوف روز اول سے موجود ہے اور ان شاء اللہ رہتی دنیا تک پوری آب و تاب کے ساتھ مطلع حیات پر جگمگا تا رہے گا۔ سچ تو یہ ہے کہ تصوف اسلام کی خالص ترین اور پاکیزہ ترین تعبیر ہے۔ سچا تصوف انسان کو حقیقت کا راستہ دکھاتا ہے، اللہ و رسول کے راستے کا علم عطا کرتا ہے۔ صوفیا کا تعلق اسلام کے دور اول سے ہی ہے۔ اس سلسلے میں سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان ہے:

> ''ہمارے طریقے کی بنیاد کتاب و سنت پر ہے اور ہر وہ طریق جو کتاب و سنت کے خلاف ہو باطل اور مردود ہے۔''

آپ کا یہ بھی فرمان ہے:

> ''جس شخص نے حدیث نہیں سنی اور فقہا کے پاس نہیں بیٹھا اور با ادب حضرات سے ادب نہیں سیکھا وہ اپنے پیروں کاروں کو بگاڑ دے گا۔''

جب تک انسان علم سے آشنا نہیں ہوگا تو اللہ و رسول کے احکام کی پیروی کیسے کرے گا اور اسلامی زندگی کے آداب کو کیسے جانے گا اسی لیے رب تبارک و تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (سورہ نحل ۱۶: آیت ۴۳)

ترجمہ: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہیں۔ (کنز الایمان)

علم ہی کی بنیاد پر انسان اللہ و رسول کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر اس کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے اور دین اسلام میں اچھے برے کی تمیز کر سکتا ہے، حلال و حرام میں امتیاز برت سکتا ہے۔ اسی لیے قرآن کریم بھی بتا رہا ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ (سورہ زمر: آیت ۹)

ترجمہ: تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے (یعنی علم والے) اور انجان (یعنی ان پڑھ)۔ (کنزالایمان)

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ جاننے والا اور نہ جاننے والا دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

(سورۂ بقر ۲: آیت ۱۰۵)

ترجمہ: اور اللہ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (کنزالایمان)

اللہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے ہر زمانہ ہر دور میں اللہ اپنے نیک بندوں کو علم و فضل کی دولت سے نواز کر لوگوں کی ہدایت کے لیے چن لیتا ہے انھیں نیک بندوں میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں (ابوحنیفہ: رحمۃ اللہ علیہ: ۶۹۹۔۷۶۷ء-۸۰۔۱۵۰ھ) آپ سنی حنفی فقہ اسلامی کے بانی تھے آپ ایک تابعی، عالم دین تھے، مجتہد اور اسلامی قانون کے اولین تدوین کرنے والوں میں شامل تھے۔ آپ کے ماننے والوں کو حنفی کہا جاتا ہے۔

امام اعظم کے مناقب و بشارت:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے فضائل ومناقب میں بڑے بڑے بزرگوں نے کتابیں لکھیں ہیں مشہور مفسر قرآن (جنکی تفسیر تمام مکاتب فکر کے مدارس میں پڑھائی جاتی ہے) تفسیر جلالین شریف کے مصنف علامہ جلال الدین سیوطی (۸۴۹۔۹۱۱ھ) (تبییض الصحیفة فی مناقب الامام ابی حنیفه) میں بہت خوب صورت باتیں لکھی ہیں جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں اہل علم ضرور پڑھیں، آپ کا نام نعمان بن ثابت زوتا اور کنیت ابوحنیفہ تھی۔ آپ امام اعظم کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ آپ تمام ائمہ کے مقابلے میں سب سے بڑے مقام ومر

تبے پر فائز ہیں۔ اسلامی فقہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کا پایا بہت بلند ہے، آپ نہایت ذہین، انتہائی قوی حافظہ (memory) کے مالک تھے۔ آپ کا زہدوتقویٰ، فہم وفراست اور حکمت ودانائی بہت مشہور تھی، امام اعظم ابوحنیفہ دن میں علم دین پھیلاتے اور رات میں اللہ کی عبادت کرتے۔ ان کی حیات مبارکہ کے لاتعداد گوشے ہیں، ایک طرف آپ علم کے سمندر ہیں تو دوسری طرف زہدوتقویٰ وطہارت کے پہاڑ ہیں۔ آپ اکثر خوش لباس رہتے، گفتگو نہایت شیریں فرماتے اور فصاحت تو آپ کی گھٹی میں تھی بے شمار فضائل ومناقب ہیں چھوٹے سے مقالہ میں لکھنا ممکن نہیں۔

یادرہے کہ چار امام (۱) امام اعظم ابوحنیفہ (۲) امام مالک (۳) امام شافعی (۴) امام احمد بن حنبل۔ دین اسلام کے سنگ میل ہیں، اسلام کے ستون ہیں اور اہل سنت و جماعت کے علما میں سے ہیں، ان کے فضائل ومناقب بہت مشہور ہیں، کتابوں میں بیان کیے گئے ہیں، ہر مذہب کے علما نے اپنے اپنے امام کا تذکرہ کیا ہے، ان کی تعریف وتوصیف بیان کی ہے اور اپنی عقیدت کے مطابق ان کے مناقب بیان کیے ہیں۔ بہت سی کتابوں میں امام اعظم کے مناقب موجود ہیں۔ حضرت امام اعظم کا گزر بسر ان کی اپنی کمائی اور رزق حلال سے تھی علما، مشائخ پر بہت خرچ فرماتے تھے۔ علم سیکھنے سکھانے کا بہت زیادہ ذوق تھا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ آپ کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار سے زیادہ تھی۔ علم الادب، علم الانساب اور علم الکلام کی تحصیل کے بعد فقہ سے فیضیاب ہوئے۔ آپ علم فقہ کے عالم ومجتہد ہیں۔ آپ اپنے چار ہزار شیوخ واساتذہ سے وقتاً فوقتاً اکتساب علم کرتے رہے۔ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی شاگردی کا شرف اور فخر بھی آپ کو حاصل ہے۔ خود امام اعظم کا قول ہے کہ:

”میں نے کوفہ وبصرہ کا کوئی ایسا محدث نہیں چھوڑا جس سے میں نے علمی استفادہ نہ کیا ہو“۔

مشہور مجذوب (خدا کی محبت میں غرق رہنے والا) صوفی بزرگ حضرت بہلول دانا رضی اللہ عنہ بھی آپ کے استاد تھے۔ امام اعظم ابوحنیفہ آپ کے پاس تعلیم حاصل کرنے

جاتے، رات رات بھر ان کی خدمت میں رہ کر تصوف کے راز جانتے۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ تصوف کے کس قدر اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

ان کے شاگردوں کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ آپ نے تحصیل علم کے بعد جب درس و تدریس کے سلسلے کا آغاز کیا تو آپ کے حلقہ درس میں ازدھام ہوتا اور حاضرین میں اکثریت اس دور کے جید علما کرام کی ہوتی۔ علامہ کروری نے آپ کے خاص شاگردوں کی تعداد ایک ہزار فقہا، محدثین، صوفیا و مشائخ شمار کیا ہے۔ یہ ان لاکھوں انسانوں کے علاوہ تھے جو ان کے درس میں شامل ہوتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں چالیس افراد بہت ہی جلیل المرتبت تھے اور وہ درجہ اجتہاد کو پہنچے تھے، وہ آپ کے مشیر خاص تھے، ان میں چند کے نام یہ ہیں:

امام حماد بن ابی حنیفہ، امام زفر بن ہذیل، امام عبداللہ بن مبارک، امام وکیع بن براح، امام داؤد بن یفر، امام ابو یوسف۔

ان کے کے علاوہ قرآن مجید کے بعد اہل سنت و جماعت کی صحیح ترین کتاب ’صحیح بخاری‘ کے مؤلف حضرت امام محمد اسماعیل بخاری سمیت بڑے بڑے محدثین کرام آپ کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔ یہ آپ کے علم کا حال تھا۔ آپ تحفے تحائف اور عطیات قبول نہیں فرماتے۔ جب اپنے گھر والوں کے لیے کوئی چیز خریدتے تو بزرگ علما کے لیے بھی خریدتے، علما کو بہت نوازتے، علما کے نوازنے کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ شافعیہ کے مقتدا شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب قلائد العیقان فی مناقب النعمان میں لکھتے ہیں:

> مروی ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے حماد کو ایک استاد کے پاس بھیجا، استاد نے انھیں پڑھایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ۔ امام اعظم نے انھیں پانچ سو درہم بھجوائے۔ استاد نے کہا کہ یہ تو بہت زیادہ ہیں (ابھی میں نے پڑھایا ہی کیا ہے؟) امام اعظم ناراض ہو گئے اور اپنے بیٹے کو روک لیا اور فرمایا: تمہارے نزدیک قرآن پاک کی کچھ قدر و منزلت نہیں ہے (ایسے شخص سے اپنے بیٹے کو نہیں پڑھا سکتا)۔

تصوف پرآپ کا عمل:

آپ کا تصوف پر عمل کس قدر تھا اس واقعے سے اندازہ لگائیں۔ جامع الاصول میں ہے، اور بعض تذکرہ نگاروں نے بھی لکھا ہے کہ جب آپ نے حج کیا تو بیت اللہ شریف کے دربانوں کو نذرانہ پیش کیا اور انتہائی ادب سے بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھنے کی اجازت مانگی۔ آپ کو اجازت مل گئی۔ چنانچہ آپ نے ایک پاؤں پر کھڑے ہوکر آدھا قرآن پاک پڑھا اور باقی آدھا قرآن پاک دوسرے پاؤں پر کھڑے ہوکر پڑھا، اور دعا کی: ''اے میرے رب! میں نے تجھے پہچانا جیسے کہ تیری معرفت کا حق ہے، لیکن تیری عبادت کا جو حق ہے وہ میں نہیں ادا کرسکا'' یہ معرفت خدا کا کمال تھا کہ آپ نے اپنی عبادت کو ناقص جانا۔ بیت اللہ شریف کے ایک کونے سے آواز آئی: ''تم نے خوب معرفت حاصل کی اور اخلاص کے ساتھ عبادت کی، ہم نے تمھیں اور قیامت تک تمھارے مذہب والوں کو بخش دیا۔''

(عقود الجمان: ص ۱۲۰، مصنف: محمد یوسف صالحی، (حیدرآباد دکن) بحوالہ: فقہ وتصوف، شاہ عبدالحق دھلوی رحمۃ اللہ، ص ۲۱۳، ۲۱۲)

عبادت میں کمال:

آپ تصوف کے پیکر تھے۔ آج کل کے نام نہاد صوفیا عبادات میں پابند نہیں اور طرح طرح کی تاویلیں پیش کرتے ہیں کہ صوفیا کی عبادت فلاں فلاں جگہ ہوتی ہے۔ یہ سب عیاری ومکاری ہے۔ صوفیاے کرام تو اللہ والے ہوتے ہیں، شریعت مطہرہ کی پابندی میں اپنی عافیت کی راہ کھوجتے ہیں۔ آپ کے سوانح نگاروں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ نے عشا کے وضو سے چالیس سال تک فجر کی نماز ادا کی اور تیس سال تک (ایام ممنوعہ کے علاوہ) روزہ دار رہے۔ اکثر راتوں میں ایک رکعت میں قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جس جگہ آپ کی وفات ہوئی وہاں آپ نے سات ہزار مرتبہ قرآن پاک ختم کیا تھا۔ رمضان المبارک کے ہر دن اور رات میں ایک ختم قرآن کیا کرتے تھے، عید کے دن دو مرتبہ

ختم قرآن فرماتے، ہر سال حج کیا کرتے، اس طرح آپ نے ۵۵ حج کیے۔

مومن کی پہچان صبر و حلم:

امام اعظم انتہائی درجے کے صابر اور حلیم تھے۔ لوگوں کی ایذا رسانی پر صبر و حلم کا مظاہرہ فرماتے۔ یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہ دیکھا۔ جب آپ کو اطلاع ملتی کہ فلاں شخص نے آپ کی برائی بیان کی ہے تو آپ اسے نرمی سے پیغام بھیجتے کہ بھائی! اللہ تعالیٰ تمھاری مغفرت فرمائے، میں نے تجھے اللہ کے سپرد کیا، وہ جانتا ہے کہ تم نے غلط بات کی۔ آج کے صوفیا کے لیے آپ کا کردار مشعل راہ ہے۔ آج تو ذرا ذرا سی بات پر اپنے مخالفوں کے لیے بدعا کرنے کا رجحان عام ہو گیا ہے جو انتہائی فکر اور شرم کی بات ہے۔

امانت و دیانت میں آپ کا مقام:

آپ بہت امانت دار تھے۔ امانت کو ہر بات میں ترجیح دیتے تھے۔ اگر اللہ کی راہ میں ان پر تلواریں لہرائی جائیں تو انھیں برداشت کر لیتے۔ کہتے ہیں کہ ان کے زمانے میں ایک بکری چوری ہو گئی۔ امام اعظم نے پوچھا کہ بکری کی عمر عام طور پر کتنی ہوتی ہے؟ بتایا گیا چار سال۔ تو آپ نے چار سالوں تک بکری کا گوشت نہیں کھایا۔ (مبادا اس میں چوری کا گوشت نہ کھا جاؤں۔)

امام اعظم کی صفات:

معانی ابن عمران موصلی سے منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ میں دس صفات تھیں، جس شخص میں ان میں سے ایک صفت بھی ہوگی وہ اپنے قبیلے کا سردار اور اپنی قوم کا سردار ہوگا:

(۱) پرہیز گاری (۲) سچائی (۳) فقاہت (۴) لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آنا (۵) سچی مروت (۶) کچھ سنا تو اس کی طرف متوجہ ہونا (۷) طویل خاموشی (۸) پریشان حال لوگوں کی مدد کرنا چاہے وہ دوست ہو یا دشمن (۹) صحیح بات کہنا (۱۰) سخاوت۔

ابراھیم بن سعیدی جوہری سے مروی ہے کہ میں ایک دن امیر المومنین ہارون رشید کے پاس تھا۔ان کے پاس امام ابو یوسف تشریف لائے۔امیر المومنین نے کہا: یوسف! مجھے امام ابو حنیفہ کے اخلاق کے بارے میں بتائیں۔امام ابو یوسف نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡهِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ۔ (سورۂ ق: آیت ۱۸)

(ترجمہ: کوئی بات زبان سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک محافظ تیار ہوتا ہے۔)

اور یہ ہر بات کرنے والے کے پاس ہوتا ہے۔امام اعظم ابو حنیفہ کے بارے میں میرا علم یہ ہے کہ ☆ وہ اللہ تعالیٰ کے حرام کیے ہوئے کاموں سے شدت کے ساتھ منع کرنے والے تھے ☆ اللہ تعالیٰ کے دین کی جو بات ان کے علم میں نہ ہوتی اسے کہنے سے سخت پرہیز کرتے تھے ☆ وہ اس بات کو محبوب رکھتے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے اور نافرمانی نہ کی جائے ☆ وہ دنیا کے معاملے میں دنیا سے دور دور الگ تھلگ رہتے تھے ☆ دنیا کی کسی چیز میں دلچسپی نہیں لیتے تھے چاہے وہ قیمتی ہو یا معمولی ☆ ان کی خاموشی طویل ہوتی تھی۔ہر وقت غور و فکر میں مصروف رہتے تھے ☆ ان کا علم بہت وسیع تھا ☆ فالتو لغو گفتگو بالکل نہیں کرتے تھے ☆ ان سے کوئی علمی مسئلہ پوچھا جاتا تو اگر انھیں اس مسئلے کا علم ہوتا تو اس پر گفتگو فرماتے اور جو کچھ سنا ہو بیان کردیتے ورنہ خاموش رہتے ☆ وہ اپنی جان اور دین کی حفاظت کرتے تھے ☆ علم اور مال کثرت سے خرچ کرتے تھے ☆ اپنی ذات اور اپنی دولت کی بنیاد پر سب لوگوں سے بے نیاز رہتے تھے ☆ لالچ کی طرف میلان نہیں رکھتے تھے ☆ غیبت سے یکسر دور تھے اور کسی کا ذکر سوائے بھلائی کے نہیں کرتے تھے۔

ہارون رشید نے کہا کہ صالحین (اولیائے کرام) کے اخلاق ہیں پھر منشی کو کہا: یہ صفات تحریر کر کے میرے بیٹے کو پہنچادو کہ وہ ان کا مطالعہ کرے۔پھر اپنے بیٹے کو کہا: ان اوصاف کو یاد کرلو، میں تم سے سنوں گا۔

امام اعظم کے بیان کردہ مسائل پانچ لاکھ:

بیان کیا گیا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے بیان کردہ مسائل کی تعداد پانچ لاکھ ہے۔

ان کے شاگردوں کی تصانیف سے اس کی تائید ہوتی ہے۔سب سے پہلے آپ نے کتاب الفرائض کی بنیاد رکھی، احکام استنباط کیا، اجتہاد کے فوائد اور فقہ کے اصول وضع کیے، یہ سب ان سے منقول اور مروی ہے پھر ان کے شاگردوں نے ان اصول کی تحریر اور شرح کا کام اس حد تک پہنچا دیا کہ اس پر اضافہ نہیں کیا جاسکتا۔

امام اعظم کی وفات:

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن ہبیرہ نے امام اعظم کو کوفہ کا قاضی بنانا چاہا تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا: اللہ کی قسم اگر مجھے قتل بھی کر دے تو میں یہ منصب قبول نہیں کروں گا۔آپ کو کہا گیا کہ وہ محل تعمیر کرنا چاہتا ہے،آپ اینٹوں کی گنتی قبول کرلیں۔ امام اعظم نے فرمایا: کہ اگر وہ مجھے کہے کہ میں اس کے لیے مسجد کے دروازے ہی گن دوں تو میں نہیں گنوں گا۔(دیکھیے: ذیل الجواہر المضیہ: ج ۲،ص ۵۰۵)

امام علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلیفہ ابوجعفر منصور نے امام اعظم کو کوفہ سے بغداد بلایا ہی اسی لیے تھا کہ انھیں شہید کر دے۔امام اعظم ابوحنیفہ لوگوں میں بہت معزز تھے اور ان کی بات سنی جاتی تھی،ان کے پاس مال تجارت کی بھی فراوانی تھی۔ابو جعفر کو سید ابراھیم کی طرف ان کے میلان سے خوف محسوس ہوا چنانچہ اس نے بلا وجہ انھیں قتل کرنے کی جراءت تو نہ کر سکا البتہ انھیں قاضی بننے کی پیش کش کی کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ امام اعظم ابو حنیفہ یہ منصب قبول نہیں کریں گے۔آپ نے انکار کیا تو آپ کو قید کر دیا اور اس نے بہانے سے انھیں زہر دے کر شہید کر دیا۔(عقود الجمان:ص ۳۵۹،بحوالہ: فقہ وتصوف،ص ۲۸۲)

اللہ تعالیٰ ہم اور تمام مسلمانوں کو حق پر چلنے اور سچ پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم،آمین۔

●●●

قطب الاقطاب محبوب سبحانی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و زندگی سراپا تقویٰ تھی۔آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک گوشہ کتاب وسنت کی پیروی میں گزرا۔آپ کی زندگی کے تمام گوشے اور شعبے اتباع شریعت اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معمور تھے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ (سورۂ آل عمران: آیت ۷۳)

ترجمہ: تم فرمادو کہ فضیلت اللہ کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔

(کنز الایمان)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ فضل تو اللہ کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ نبوت وولایت اعمال پر موقوف نہیں، یہ کبھی عمل سے اور کبھی بغیر عمل سے، محض عطائے رب سے ملتی ہے۔حضرت مریم بچپن شریف مین ہی ولیہ تھیں حالاں کہ اس وقت کوئی عمل نہ کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا جسے اللہ خاص کر دے اسے کوئی عام نہیں کر سکتا۔حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مبارکہ اہل طریقت کے لیے مشعلِ راہ رہی ہے۔آپ ولایت ومعرفت کے مینارۂ نور کی حیثیت سے کائنات ارضی پر جلوہ گر ہوئے اور اسلام کی روحانی زندگی کو مشارق و مغارب کی پہنائیوں میں نافذ کرتے رہے۔ دنیاے اسلام کی روحانی بارگاہیں آپ ہی کی نگاہِ کرم سے منور روشن ہوئیں، اور ولایت کے تمام سلاسل آپ سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفّٰی ۱۰۵۲ھ) غوث اعظم رضی

اللہ عنہ کی سیرت کی ایک جھلک پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''بعض مشائخ وقت نے آپ کے اوصاف میں لکھا ہے کہ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بڑے بارونق، ہنس مکھ، خندہ رو، شرمیلے، نرم طبیعت، کریم الاخلاق، پاکیزہ اخلاق، پاکیزہ اوصاف اور مہربان وشفیق تھے، ہم نشیں کی تعظیم وتکریم کرتے اور غمزدہ افراد کو دیکھ کر امداد فرماتے تھے۔ مزید لکھتے ہیں: ہم نے آپ جیسا فصیح وبلیغ کسی کو نہیں دیکھا، بعض بزرگوں نے آپ کا اس طرح وصف بیان فرمایا ہے کہ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بکثرت رونے والے، اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے۔''

خوفِ خدا ایمان کا لازمی تقاضا:

قرآن میں فرمانِ الٰہی ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَیۡبِ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ -

(سورۂ ملک: آیت ۱۱)

ترجمہ: بے شک وہ بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ (کنز الایمان)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سینے سے بھنی ہوئی کلیجی کی طرح خوشبو آتی تھی۔ حضور ﷺ تہجد میں اتنا روتے کہ سینہ مبارک سے ہانڈی کھولنے کی طرح آواز آتی تھی۔

خوف خدا ایمان کی علامت ہے:

یہ وصف آپ کے اندر بہت زیادہ تھا۔ نیک اخلاق، پاکیزہ اوصاف، بدگوئی سے بہت دور بھاگنے والے اور حق کے سب سے زیادہ قریب تھے۔ کسی سائل کو واپس نہ فرماتے۔ آپ کی ہر دعا بہت جلد قبول ہو جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق آپ کی راہنما اور تائید الٰہی آپ

کی معاون تھی۔ سچائی آپ کا وظیفہ تھا۔ آپ انتہائی عبادت گزار تھے۔ اللہ رب العزت قرآن مقدس میں اپنے محبوب بندوں سے محبت بھرے انداز میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔ (سورۂ بقرہ)

سچ اور حق تو یہ ہے کہ بندہ اپنے معبود حقیقی کی یاد میں ہمہ تن مصروف رہے اور بندے کا خدا کو یاد کرنا ہی اصل زندگی ہے۔ جہاں تک تعلق ہے خدا کی یاد کا اور اس کے ذکر کا تو کائنات کی ہر مخلوق اپنے اپنے طور پر ذکر و تسبیح میں مشغول ہے اور بندے (انسان) کو بھی اس کی عبادت کرتے رہنے کا حکم ہے۔ یہ بات بقیہ تمام مخلوق کو یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ خدا کو یاد کرو لیکن بندہ انسان ہے، غفلت میں پڑ جاتا ہے، اپنے رب کو بھول جاتا ہے، تو اس کی غفلت کو دور کرنے کے لیے کلام مجید میں باری تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے ذکر کی طرف متوجہ کیا۔ جب ہی تو یاد الٰہی میں زندگی گزارنے والے خدا کے مقبول بندے ہو گئے۔ یہ سب بندے اللہ کی یاد میں اس قدر مصروف رہے کی دنیا کے ہر کونے میں اب ان کو جانا پہچانا جاتا ہے۔

حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میرے ایسے بعض بندے ہیں کہ وہ مجھے دوست رکھتے ہیں اور میں ان کو دوست رکھتا ہوں، وہ میری طرف دیکھتے ہیں میں ان کی طرف دیکھتا ہوں۔ اس نبی علیہ السلام نے کہا کہ خداوند! ان کی علامت (پہچان) کیا ہے؟ کہا: آفتاب کے غروب کو وہ ایسا دوست رکھتے ہیں جیسے پرندے اپنے گھونسلوں کو۔ جب رات پڑ جاتی ہے اور اندھیرا چھا جاتا ہے، فرش بچھائے جاتے ہیں اور ان کو بند لگائے جاتے ہیں۔ دوست اپنے دوست کے ساتھ خلوت کرتا ہے تو وہ مردانِ خدا اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اللہ کی عبادت کے لیے اور اپنے چہروں کو فرش بناتے ہیں یعنی سجدے کرتے ہیں۔ مجھ سے راز و نیاز کی باتیں کرتے ہیں، بعض چلاتے روتے ہیں، بعض آہیں مارتے ہیں اور شکوہ کرتے ہیں اور بعض کھڑے ہوتے ہیں، میری عبادت کرتے ہیں۔ (بہجۃ الاسرار: جلد اول، صفحہ ۵۸۔۵۷)

بہت مشہور روایت ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا

فرمائی اور پوری پوری رات آپ کھڑے ہو کر نماز میں قرآن کی تلاوت فرماتے۔

حضور ﷺ روایت کرتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا کہ جو کوئی میری طرف ایک قدم بڑھاتا ہے، میں دس قدم اس کی طرف بڑھتا ہوں۔ وہ مجھے ایک بار یاد کرے، میں اسے دس بار یاد کرتا ہوں اور جب کوئی یاد کر کے کثرتِ ذکر سے میرے نزدیک آجاتا ہے تو میں اس بندے کے حواس خمسہ بن جاتا ہوں۔ اب اس کا کرنا میرا کرنا ہو جاتا ہے اور میں اس کی ہر بات پوری کرتا ہوں۔

چنانچہ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا رتبۂ محبوبیت یہ ہے کہ بغیر ارادہ بھی ان کی زبان سے کچھ نکل جائے تو رب کریم اس کو پورا کر دے۔ تمام اولیائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ غوث الاعظم مرتبۂ ولایت میں سب کے سردار ہیں اور رتبۂ محبوبیت پر فائز ہیں۔ آپ نے پوری زندگی خدا کی یاد میں گزاری اور خدا کے محبوب رسول اکرم ﷺ کا ذکر اتنا بلند کیا کہ خدا نے آپ کے ذکر کو بھی بلندی عطا کر دی، اور اپنا محبوب قرار دیا اور جب خدا کے لاڈلے ہو گئے تو فرماتے ہیں کہ خدا مجھے کھلائے گا تو کھاؤں گا، خدا مجھے پلائے گا تو پیوں گا۔

(اخبار الاخیار: صفحہ ۱۸)

کیا خوب اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے
پیارا اللہ تیرا چاہنے والا تیرا

شیخ الحرمین امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی سیرت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

”آپ کے کمالات ظاہری و باطنی کا احاطہ کرنے میں بڑے بڑے عارفین بھی قاصر ہیں اور کوئی اسلوب تحریر ان کمالات باطنی کا احاطہ کرنے میں مکمل بیان پر حاوی نہیں ہو سکتا۔“

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احیائے دین کے سلسلے میں وہ بطل جلیل اور رہبر اعظم ہیں کہ جن کے دست بابرکت نے دینِ اسلام کو ایک مثالی شکل میں مریض پا کر حیاتِ نو (نئی زندگی) بخشی اور چہار دانگِ عالم میں ”محی الدین“ کے عظیم لقب سے مشہور و معروف ہوئے۔ سیدنا غوث الاعظم ہفتے میں تین بار مجلس وعظ فرماتے۔ آپ کا

وعظ کیا ہوتا تھا، علم و معرفت کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہوتا تھا۔ تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ آپ کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں غیر مسلم اسلام قبول نہ کرتے ہوں اور گناہ گار توبہ سے مشرف نہ ہوتے ہوں۔ بغداد کی آبادی کا ایک بڑا حصہ آپ کے دست مبارک پر توبہ سے مشرف ہوا اور بکثرت غیر مسلم دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ و تقریر میں بڑی صاف گوئی اور جراءت و بہادری کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عظیم فریضہ انجام دیتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

''حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفا، وزرا، سلاطین اور عوام و خواص سب کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرماتے اور بڑی صاف گوئی اور جراءت کے ساتھ ان کو بھرے مجمع میں اور برسرِ ممبر علی الاعلان ٹوک دیتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی آپ کو پرواہ نہ ہوتی تھی۔ انتہائی بے باک، حق گو تھے۔''

(تاریخ و دعوت عزیمت: جلد اول، صفحہ ۲۱۶)

یا شیخ عبد القادر جیلانی کا وظیفہ:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الانتباہ میں حل مشکلات کے لیے تلقین فرماتے اور لکھتے ہیں:

پہلے دو رکعت نماز پڑھے، اس کے بعد ۱۱۱/ بار درود شریف، ۱۱۱/ بار کلمۂ تمجید، بعدہٗ ۱۱۱/ بار یاشیخ عبد القادر جیلانی شیئاً لِلّٰہ پڑھے۔ دعا مانگے، قبول ہو گی۔ مجرب ہے۔ یاشیخ عبد القادر جیلانی شیئاً لِلّٰہ کا وظیفہ حصول مقصد اور دشمنوں پر ظفریابی کے لیے بہت مجرب و کامیاب وظیفہ ہے۔ علما و صوفیا نے لکھا ہے کہ مقصد برآری کے لیے رات میں سوتے وقت (۱۰۰۰) ایک ہزار مرتبہ پڑھ کر داہنے ہاتھ پر

دم کر کے زیر کلہ (گال) داہنے کروٹ سو جائے، ہر حاجت و مراد پوری ہوگی۔ یا خواب میں اس کے حل کی تدبیر بتا دی جائے گی۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس نام کی برکت ہر دور میں محسوس کی گئی ہے۔ حضرت شاہ اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی اپنی تلوار پر کندہ کرایا تھا، جس سے ہزاروں کافروں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ آج بھی دہلی کے لال قلعہ میں آپ کی وہ تلوار محفوظ ہے جس میں جلی حروف میں لکھا ہے یا سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للّٰہ یا ہمارے سردار شیخ عبد القادر جیلانی آپ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہمیں کچھ عطا کیجیے اور مدد کیجیے۔

(انوار الانتباہ فی حل ندائے یا رسول اللہ / فتاویٰ رضویہ: جلد ۱۲، صفحہ ۱۰۱/ مقام غوث اعظم: صفحہ ۷۴، مؤلف مفتی عابد حسین مصباحی نوری قادری)

پانچویں صدی ہجری تک عالم اسلام میں سیاسی وفکری ضعف اور اضمحلال اپنے عروج کو پہنچ چکا تھا۔ چوتھی صدی ہجری کے آخر اور پانچویں صدی ہجری کے نصف میں حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبد القادر جیلانی تاریخ اسلام کے دو نہایت جلیل القدر عظیم المرتبت اور بلند پایہ مصلحین امت کے طور پر ابھرے۔ امام غزالی کی فکری تحریک سے اگرچہ تشکیک والحاد کے فتنے کا سد باب ہو گیا تھا لیکن جمہور امت میں بے یقینی اور بے عمل کے روگ کا مداوا ابھی باقی تھا اور یہ عظیم کام محبوب سبحانی غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے بخوبی سرانجام دیا۔

جنہوں نے اپنے علم وحکمت، روحانیت اور اور وعظ وخطابت سے اصلاحی کام کو پورا کیا اور مؤثر بنایا۔ اس سلسلۂ تبلیغ کے اثرات عظیم اصلاحی تحریکوں سے بھی بڑھ کر ثابت ہوئے۔ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے وعظ ونصیحت کی ہر مجلس میں مشرف بہ اسلام ہونے والوں کا تانتا بندھ جاتا۔ آپ کا سلسلۂ وعظ وتبلیغ تقریباً چالیس برس تک جاری وساری رہا۔ آپ نے ساڑھے چھ ہزار سے زیادہ مواعظ وخطابت فرمائیں۔ اس طرح لاکھوں نفوس آپ سے براہِ راست فیض یاب ہوئے۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے ایک طویل مدت تک تشنگانِ علم ومعرفت کو آپ نے کمالات ظاہری وباطنی سے مستفید کر کے عالم اسلام میں روحانیت، تقربِ الٰہی، علم و حکمت اور رجوع الی اللہ کا عالمگیر ذوق پیدا کر کے مشہور قول کے مطابق ۱۱/ربیع الثانی ۵۶۱ھ بمطابق ۱۱۶۶ء کو تقریباً ۹۰/سال کی عمر شریف میں اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف سفر فرمایا۔ آپ کا مزار انور بغداد شریف مین مرجع خلائق ہے، جہاں لاکھوں فرزندانِ اسلام حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور علمی وروحانی فیوض وبرکات سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اللہ ہم تمام عقیدت مندوں پر ان کا فیضان کرم جاری فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

●●●

تعلیمات حضرت محی الدین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی

حضرت سیدنا شیخ محبوب سبحانی نے فرمایا کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے جب کہ محققین و متکلمین کے نزدیک ایمان نام ہے ان امور کی تصدیق کا جو نبی اکرم ﷺ لائے۔ البتہ احکام اسلام تب جاری ہوں گے جب زبان سے اقرار کرے گا اور ایمان کامل تب ہوگا جب اعمالِ صالحہ پائے جائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اللہ نے وعدہ کیا ہے ان سے جو ان میں ایمان والے اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔ (سورۂ فتح: آیت ۲۹)

ترجمہ: بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، فردوس کے باغ ان کی مہمانی کے لیے ہیں۔ (سورۂ کہف: آیت ۱۰۶)

ترجمہ: تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی (عبادت) میں کسی کو شریک نہ کرے۔ (سورۂ کہف: آیت ۱۱۰)

ترجمہ: اس زمانۂ محبوب کی قسم! بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔ (سورۂ عصر: آیت ۱ تا ۳)

یہاں ٹوٹے اور گھاٹے سے استثنا کے لیے ایمان کی شرط کے ساتھ عملِ صالح کی قید بھی لگائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کا دعویٰ اتباعِ رسول کے بغیر فضول ہے۔ عاقبت بے خبر کے طلب گاروں کو عبادت کے بغیر چارۂ کار نہیں۔

اے لڑکے! تو دنیا میں بقا اور عیش کے لیے نہیں پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ امور کو تبدیل کر دے۔ تو نے سمجھ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے لا الہ الا اللہ

محمد رسول اللہ پڑھ لینا کافی ہے۔ یہ تیرے لیے اسی وقت مفید ہوگا جب تو اس کے ساتھ کچھ اور امور (اعمالِ صالحہ) ملائے گا۔ ایمان اقرار اور عمل کا نام ہے۔ جب تو گناہوں، لغزشوں میں مبتلا اور احکام الٰہیہ کی مخالفت کا مرتکب ہوگا، ان پر اصرار کرے گا، نماز، روزہ، صدقہ اور افعال خیر ترک کرے گا تو یہ دوشہادتیں تجھے کیا فائدہ دیں گی۔ جب تو نے لا الہ الا اللہ کہا تو یہ ایک دعویٰ ہے۔ تجھے کہا جائے گا کہ اس دعوے پر دلیل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے ان کا ادا کرنا، جن سے منع کیا ہے ان سے باز رہنا، آفتوں پر صبر کرنا اور تقدیرِ الٰہی کو تسلیم کرنا اس دعویٰ کی دلیل ہے۔ جب تو نے یہ عمل کیے تو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے بغیر مقبول نہ ہوں گے۔ قول بغیر عمل کے اور عمل بغیر اخلاص اور اتباع سنت کے مقبول نہیں۔
(الفتح الربانی: صفحہ ۱۰/غنیۃ الطالبین: اردو صفحہ ۵۲، مصنفہ: عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم)

عقیدۂ توحید:

عقیدۂ توحید پر قائم رہے، اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس پر قائم رہے۔ اللہ کی معرفت یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو اللہ تعالیٰ سے لگائے رکھے کہ وہ اس کا نگہبان و محافظ ہے۔ اسے پالنے والا بزرگ ہے، اس کی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں، وہ اپنے وعدے کا سچا ہے۔ جس بات کی ضمانت دیتا ہے اسے پورا کرنے والا ہے۔ جس چیز کی طرف بلاتا ہے اسے پورا کرتا ہے۔ اس کا جو بھی وعدہ ہے پورا فرمائے گا۔ اس کی وعیدیں (ڈرانا) سچی ہیں اور پوری ہو کر رہیں گی۔ وہ ثواب و عذاب کا مالک ہے، اس کا کوئی شبیہ اور ہم مثل نہیں۔ وہ کفایت کرنے والا اور رحم فرمانے والا، محبت کرنے والا، سننے جاننے والا ہے۔ وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے عمل:

بندہ اس بات کا علم رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کچھ کام کرنے کا حکم دیا ہے اور بعض باتوں سے منع فرمایا ہے۔ جس بات کا حکم دیا وہ اس کی اطاعت ہے اور جسے روکا وہ اس کی

نافرمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کی پہچان یہ ہے کہ انسان قرآن وسنت کے مطابق چلنے کا مکمل عہد کرلے۔ کوئی بھی عمل کرتے وقت اس کے دل میں غیر خدا کا تصور نہیں ہونا چاہیے۔ ان لوگوں میں سے نہ ہو جنھوں نے ظاہری گناہوں کو چھوڑا لیکن باطنی گناہوں سے پرہیز نہ کیا جائے۔ یہ تمام گناہوں کی اصل اور بنیاد ہیں۔

آفاتِ نفس:

نفس کی آفات میں سے ایک بات یہ ہے کہ انسان کی طبیعت اپنی تعریف، اچھے ذکر اور ستائش کو شیریں خیال کرے۔ بعض اوقات اس مقصد کے حصول کے لیے وہ عبادت کے بھاری بوجھ بھی اٹھاتا ہے اور اس پر ریاکاری اور منافقت کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ جب یہ تصور نہ ہو اور لوگ اس کو اچھا نہ کہیں اس وقت (عبادت میں) سستی اور کمزوری واقع ہو جاتی ہے۔

وعظ وارشاد:

سیدنا غوث الاعظم ہفتے میں تین دن خطاب فرماتے۔ جمعہ کی صبح، منگل کی شام اور اتوار کی صبح۔ طریقہ یہ تھا کہ پہلے قاری صاحب تلاوت قرآن پاک کرتے، اس کے بعد آپ خطاب فرماتے۔ حضرت غوث الاعظم فرماتے ہیں کہ ابتداً مجھ پر وعظ وتقریر کا اس قدر غلبہ ہوتا کہ خاموش رہنا میری طاقت سے باہر ہو جاتا۔ میری مجلس میں دو یا تین آدمی سننے والے ہوتے مگر میں نے سلسلہ کلام جاری رکھا۔ پھر لوگوں کا ہجوم اس قدر بڑھا کہ جگہ تنگ ہوگئی۔ پھر عید گاہ میں خطاب شروع کیا وہ بھی ناکافی ہوئی تو شہر سے باہر کھلے میدان میں اجتماع ہونے لگا اور ایک ایک مجلس میں ستر ہزار کے قریب سامعین جمع ہونے لگے۔ چار سو افراد قلم ودوات لے کر آپ کے ملفوظات جمع کیا کرتے تھے۔

(اخبارالاخیار: (فارسی) صفحہ ۱۲، عبدالحق محدث دہلوی)

جب آپ کرسی پر تشریف فرما ہوتے تو مختلف علوم میں گفتگو فرماتے اور ہیبت اتنی ہوتی

کہ مجمع پر سناٹا چھا جاتا پھر اچانک فرماتے: ''قال ختم ہوا اور اب ہم حال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔'' یہ سنتے ہی سامعین کی حالت میں عظیم انقلاب رونما ہوتا۔ کوئی آہ و بکا میں مصروف ہوتا، کوئی مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہوتا، کسی پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی اور کوئی کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لیتا۔ کچھ ایسے بھی ہوتے جن پر شوق اور ہیبت کا اس قدر غلبہ ہوتا کہ طائر روح قفسِ عنصری سے ہی پرواز کر جاتی۔ غرض یہ کہ حاضرین اور سامعین میں سے کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ (اخبار الاخیار: (فارسی) صفحہ ۱۲، عبدالحق محدث دہلوی)

حضرت شیخ محبوب سبحانی فرماتے ہیں کہ میرے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زیادہ یہود و نصاریٰ تائب ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ رہزنوں اور فسق و فجور میں مبتلا افراد جنھوں نے میرے ہاتھوں پر توبہ کی ان کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔

(قلائد الجواہر: صفحہ ۱۹، علامہ محمد بن یحییٰ تاذانی / غنیۃ الطالبین اردو صفحہ ۳۸)

حضرت شیخ محبوب سبحانی عموماً عربی میں خطاب فرماتے لیکن بعض اوقات فارسی میں خطاب فرماتے اسی لیے آپ کو ذوالبیانین واللسانین اور امام الفریقین کہتے ہیں۔ آپ کی کرامت یہ تھی کہ دور و نزدیک کے لوگ یکساں طور پر آپ کی آواز سنتے تھے۔ آپ کی ہر مجلس میں کوئی نہ کوئی یہودی یا عیسائی مشرف بہ اسلام ہوتا، ڈاکو، قاتل اور دیگر جرائم پیشہ اور بدعقیدہ لوگ تائب ہوتے۔ (قلائد الجواہر: صفحہ ۱۹/ اخبار الاخیار: (فارسی) صفحہ ۲/ زبدۃ الاسرار: صفحہ ۵۸)

وہ علم جس کے ساتھ عمل نہ ہو بے کار ہے:

علم چھلکا ہے اور عمل مغز۔ چھلکے کی حفاظت اس لیے کی جاتی ہے کہ مغز محفوظ رہے اور مغز کی حفاظت اس لیے کی جاتی ہے کہ اس سے تیل نکالا جائے۔ وہ چھلکا کس کام کا جس میں مغز نہ ہو اور وہ مغز بے کار ہے جس میں تیل نہ ہو۔

علم ضائع ہو چکا ہے کیوں کہ جب علم پر عمل نہ رہا تو علم بھی ضائع ہوگا۔ عمل کے بغیر علم کا پڑھنا اور پڑھانا کیا فائدہ دے گا؟ اے عالم! اگر تو دنیا اور آخرت کی بھلائی چاہتا ہے اپنے علم پر عمل کر اور لوگوں کو علم سکھا۔ ایک عالم کے لیے ضروری ہے کہ اس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو۔

ایک خطیب کے لیے ضروری ہے وہ جو بولے اس پر عمل کرے ورنہ سامعین پر کماحقہٗ اثر نہ ہوگا۔

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ایک دن مدرسہ نظامیہ میں خطاب فرمارہے تھے۔ فقرا اور فقہا کی جماعت حاضر تھی۔ اتنے میں چھت سے ایک بڑا سانپ آپ کی گود میں آ گرا۔ حاضرین خوفزدہ ہوکر پیچھے ہٹ گئے۔ وہ سانپ آپ کے کپڑوں میں داخل ہوگیا اور گردن کے گرد لپٹ گیا۔ آپ نے نہ تو سلسلہ کلام قطع کیا اور نہ ہی پہلو بدلا۔ وہ الگ ہوکر دم کے بل کھڑا ہوگیا اور کچھ بات کی اور چلا گیا۔ حاضرین نے عرض کیا: یہ کیا ماجرا تھا؟ حضرت شیخ نے فرمایا اس نے مجھ سے کہا میں نے متعدد بار اولیا کو آزمایا مگر کوئی بھی آپ کی طرح ثابت قدم نہ رہا۔ میں نے کہا قضا وقدر، حرکت و سکون میں لائی ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ میرے قول وفعل میں تضاد پایا جائے۔

(غنیۃ الطالبین: (اردو) صفحہ ۴۲/الفتح الربانی، عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم)

پہلے فرائض پھر نوافل:

صاحبِ ایمان کو چاہیے کہ پہلے فرائض ادا کرے۔ جب ان سے فارغ ہوجائے تو سنتیں ادا کرے پھر نوافل اور فضائل میں مشغول ہو۔ فرائض کے ادا کرنے سے پہلے سنتوں اور نفلوں میں مصروف ہوا تو وہ مقبول نہ ہوں گے بلکہ وہ ذلیل کیا جائے گا۔

(قلائدالجواہر: (عربی) مقالہ ۴۸، صفحہ ۹۰)

علما اور اولیا سے بغض اور ان کی بے ادبی نہ کر:

اللہ تعالیٰ اور اس کے خواص (ولیوں) سے بغض (دشمنی) نہ رکھ اے جاہل! ان کی غیبت کا ذائقہ نہ چکھ کیوں کہ یہ زہر قاتل ہے۔ خبردار! زنہار! زنہار! ان کی برائی کے درپے نہ ہو کیوں کہ ان کے بارے میں غیرت کی جاتی ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اولیائے کرام کے حق میں حسنِ ظن نہیں رکھتا، ان کی بارگاہ میں تواضع اور انکساری اختیار نہیں کرتا حالاں کہ وہ رؤسا اور امرا ہیں، ان کے سامنے تیری کیا حیثیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حل وعقد کا سلسلہ ان سے

وابستہ کردیا ہے۔ انہی کی بدولت آسمان بارش برساتا ہے اور زمین سبزہ اگاتی ہے۔ تمام مخلوق ان کی رعایا ہیں۔ ان میں سے ہر ایک پہاڑ کی طرح ثابت قدم ہے جسے آفات و بلیات کی آندھیاں اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتیں۔ وہ اپنے نفوس یا دوسروں کے طالب ہو کر مقامِ توحید اور اپنے مولا کی رضا سے نہیں ہٹتے۔ پہلے لوگ دین اور دلوں کے اطبّا، علما و اولیا اور صالحین کی تلاش میں مشرق و مغرب کا چکر لگاتے تھے۔ جب انھیں ان میں سے کوئی مل جاتا وہ اس سے اپنے دین کی دوا طلب کرتے تھے اور آج تم فقہا، علما اور اولیا سے بغض رکھتے ہو جو آداب اور علم سکھاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ تم دوا حاصل نہیں کر پاتے۔

اگر تجھے کوئی مشکل درپیش ہو اور تو صالح اور منافق میں فرق نہ کر سکے تو رات کو اٹھ کر دو رکعات نماز ادا کر اور اس کے بعد یہ دعا مانگ: اے اللہ! اپنی مخلوق میں سے صالحین تک میری رہنمائی فرما۔ اس شخصیت کی طرف میری رہنمائی فرما جو مجھے تیری راہ دکھائے، تیرا طعام مجھے کھلائے، تیرا مشروب مجھے پلائے، تیرے قرب کے نور کا سرمہ میری آنکھوں میں لگائے اور تقلید کے طور پر نہیں بلکہ کھلم کھلا جو دیکھے، مجھے بتادے۔

دینی تبلیغ کا معاوضہ:

میں تمام زندگی علمائے کرام اور اولیائے کرام کے بارے میں حسن ظن رکھتا رہا ہوں اور ان کی خدمت کرتا رہا ہوں۔ اس چیز نے مجھے فائدہ دیا۔ میں تم سے نصیحت اور خطاب کا معاوضہ نہیں چاہتا۔ میرے خطاب کا معاوضہ یہ ہے کہ اس پر عمل کرو۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں، نہ تو تیری تلوار سے ڈرتا ہوں اور نہ ہی تیرے سونے (دولت) کا طلب گار ہوں۔

(الفتح ربانی: مجلس ۱۴ صفحہ ۸۵، مجلس ۴۲ صفحہ ۱۳۷، مجلس ۲۶ صفحہ ۹۳، مجلس ۳۹ صفحہ ۱۳۷، مجلس ۱۴ صفحہ ۵۱۔ غنیۃ الطالبین: صفحہ ۵۲ تا ۵۴)

محی الدین:

حضرت شیخ فرماتے ہیں: ۵۱۱ ہجری میں جمعہ کے روز سیاحت سے برہنہ پا بغداد

واپس آ رہا تھا۔ میرا گزر ایک مریض کے پاس ہوا جس کا رنگ بدلا ہوا تھا اور جسم کمزور تھا۔ اس نے مجھے کہا: **السلام علیک یا عبدالقادر!** میں نے سلام کا جواب دیا۔ اس نے مجھے قریب بلا کر کہا کہ مجھے بٹھا دو۔ میں نے اسے بٹھا دیا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس کا جسم صحت مند ہوگیا۔ رنگ نکھر گیا اور حالت سدھر گئی۔ اس نے کہا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا میں دین ہوں، میں موت کے کنارے پہنچ چکا تھا، تمھاری بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے زندگی عطا فرما دی ہے۔ اس سے رخصت ہوکر جامع مسجد پہنچا تو ایک شخص نے **یاسیدی محی الدین** کہتے ہوئے مجھے پکارا۔ پھر کیا تھا۔ ہر طرف سے لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور **یا محی الدین** کہتے ہوئے میرے ہاتھوں کو بوسہ دینے لگے۔

سیدنا غوث الاعظم فرماتے ہیں:

ان لوگوں کی بات نہ سنو جو اپنے نفسوں کو خوش کرتے ہیں۔ بادشاہوں کے سامنے دنیا داروں کے سامنے ذلت اختیار کرتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے اوامر (احکام) نہیں سناتے۔ اگر سنائیں بھی سہی تو از راہِ منافقت اور تکلیف سنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ زمین کو ان سے اور ہر منافق سے زمین کو پاک فرمادے یا انھیں توبہ کی توفیق دے اور اپنے دروازے کی جانب ہدایت عطا فرمائے۔

مختصر یہ کہ حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے شریعت وطریقت کی تعلیمات بے خوف وخطر بیان کیں اور بدمذہب اور فریبی کو راہ راست کی طرف بلایا۔ یقینا وہ خوش بخت لوگ تھے جو حضرت کے ہاتھوں تائب ہوئے اور اپنی دنیا وآخرت سنوارنے کا انتظام کر گئے۔

(قلائد الجواہر: صفحہ ۵۷، از: علاء الدین یحییٰ تاذنی / الفتح الربانی: مجلس ۶۲، صفحہ ۲۴۵، مجلس ۶۲، صفحہ ۲۴۴ / غنیۃ الطالبین صفحہ ۵۶)

آپ کی تصنیفات میں غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب اور فتح ربانی بہت مشہور ومعروف ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو حق کہنے، حق بولنے، حق لکھنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سرکار غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت ومحبوبیت

اللہ رب العزت قرآن کریم میں اپنے محبوب بندوں سے محبت بھرے انداز میں ارشادفرمارہاہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۵۱)

ترجمہ: میری یاد کرو، میں تمھارا چرچا کروں گا اور میرا شکرادا کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

اس آیت میں پیار بھرے انداز میں سکھایا جارہا ہے کہ مجھے یاد کرو، اور حقیقتاً یہ بندے کا حق ہے کہ وہ اپنے رب کی یاد میں ہمہ دم مصروف رہے۔ بندے کا اپنے رب کو یاد کرنا ہی اصل زندگی ہے۔ اس لیے جہاں تک تعلق ہے خدا کی یاد اور اس کے ذکر کا تو کائنات کی ہر مخلوق اپنے اپنے طور پر ذکر وتسبیح میں مشغول ہے۔ ارشاد باری ہے:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

(سورۂ صف: آیت ۱ تا ۳)

ترجمہ: اللہ کی تسبیح بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور وہی عزت والا حکمت والا ہے۔

اور بندے کو بھی اس کی یاد کرتے رہنے کا حکم ہے۔ قرآن مقدس میں اللہ نے اپنے بندوں کو اپنے ذکر کی طرف متوجہ کیا کہ اپنے رب کو یاد کرو، اپنے رب کی یاد سے غفلت نہ برتو۔ جب ہی تو یادِ الٰہی میں زندگی گزارنے والے خدا کے مقبول بندے ہوگئے۔ اللہ کی یاد میں ہر وقت مصروف رہنے کی وجہ سے اللہ رب العزت نے ان کے لیے دارالجزاء کے دروازے کھول دیئے اور اللہ نے اپنے ان محبوب بندوں کے ذکر کو بلند کردیا اور تا قیامت ان

کا چرچا ہر انسان کی زبان پر رہے گا۔

محبوب سبحانی کی افضلیت:

اللہ رب العزت قرآن کریم میں اپنے محبوب بندوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ (سورۂ آل عمران: آیت نمبر ۷۴/۷۳)

ترجمہ: تم فرمادو کہ فضیلت اللہ کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے، اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے مسلمانوں کو دو ہدایتیں ہوئیں۔ ایک یہ کہ مقبولانِ بارگاہِ خدا میں سے کسی کو بھی افضل اور دوسرے کو مفضول نہ بنائے کہ فضل تو اللہ رب العزت کے ہاتھ ہے، جسے چاہے عطا فرمائے۔ دوسرے یہ کہ جب دلیل سے کسی کی افضلیت ثابت ہو تو اس میں اپنے نفس کی خواہش، اپنے ذاتی علاقہ، نسب یا نسبت کو افضل نہ بتائے کہ فضل وعظمت ہمارے ہاتھ نہیں کہ اپنے آباو اساتذہ و پیر کو اوروں سے افضل کر ہی لیں۔ جسے خدا نے افضل کیا وہی افضل ہے اگر چہ ہمارا ذاتی علاقہ اس سے کچھ نہ ہو۔ یہ اسلامی شان ہے۔ مسلمانوں کو اسی پر عمل کرنا چاہیے۔ اکابر خود رضائے الٰہی میں فنا تھے، اللہ رب العزت کی عطا پر خوش تھے۔

اللہ کے مقبول بندے اولیا کہلاتے ہیں۔ ان مقبولوں میں تو بعض تقویٰ اختیار کر کے اور عبادت کر کے ولی بنتے ہیں اور بعض پیدائشی ولی ہوتے ہیں۔ یہ ولایت عطائی ہوتی ہے۔ دیکھو بی بی مریم و عیسیٰ علیہ السلام کے حبیب نجار اور موسیٰ علیہ السلام کے جادوگر آناً فاناً ایمان لائے اور ولی بن گئے۔ ولی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ولی تشریعی، ولی تکوینی۔ ولی تشریعی ہر چالیس مسلمانوں میں ایک ہوتا ہے۔ ولی تکوینی خاص جماعت ہے جیسے حضور غوث الاعظم، قطب، ابدال، خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ تمام اولیائے کرام ہر طرح کے خوف و ڈر سے بےخوف ہیں۔ ارشاد باری ہے:

ترجمہ: سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم ہے اور وہ جو ایمان لائے

اور پرہیزگاری کرتے ہیں انھیں خوش خبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتی۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔(سورۂ یونس: آیت ۶۱ تا ۶۴)

تمام اولیائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ غوث الاعظم مرتبۂ ولایت میں سب کے سردار ہیں اور رتبہ محبوبیت پر فائز ہیں۔ آپ نے پوری زندگی خدا کی یاد میں گزاردی اور خدا کے ذکر کو اتنا بلند کیا اور رسول ﷺ کی سنتوں کو اتنا بلند کیا کہ خدا نے آپ کو بھی بلندی عطا کردی اور اپنا محبوب قرار دیا۔ جب خدا کے محبوب ہوگئے تو فرماتے ہیں کہ خدا مجھے کھلائے گا تو کھاؤں گا، خدا مجھے پلائے گا تو پیوں گا۔ جب یہ مقام حاصل ہوگیا تو پھر ''غوث الاعظم'' ان بندوں میں شامل ہوگئے کہ کسی کام کا ارادہ کیا تو وہ بھی خدا نے پورا کردیا۔

سرکار غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی تعلیمات:

اتباعِ قرآن وسنت رسول اللہ ﷺ:

حضرت قطب ربانی نے ارشاد فرمایا:

''اس میں شک نہیں کہ تیرا نفس اللہ کی مخلوق اور ملک ہے، لیکن دنیا کی شہوانیات ولذات اور اسبابِ نمرود وتکبر اسے راہ راست سے برگشتہ کیے ہوئے ہیں کیوں کہ یہ چیزیں انسان کے مزاج سے مناسبت رکھتی ہیں۔ پس اگر تو اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کے لیے نفس کی مخالفت اختیار کرے گا تو میری جانب یہ جہاد ہوگا اور فلاح و بہبود کا ذریعہ۔ جہادِ نفس کے بعد اللہ سے تیری دوستی اور عبودیت پایہ ثبوت کو پہنچے گی اور تجھے پاک وصاف اور خوشگوار نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ تمام اشیائے کائنات تیری تابع ہوں گی اور تیری خدمت وتعظیم کریں گی۔ یہ مسلمہ اصول ہے کہ جو شخص خدا کا مطیع ہوجاتا ہے دنیا اس کی مطیع ہوجاتی ہے۔''

(فتوح الغیب: صفحہ ۳۵، مقالہ نمبر ۱۰، ناشر: ناز پبلشنگ ہاؤس، دہلی)

اہل اللہ کا اجر:

آپ نے مزید ارشاد فرمایا:

''جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے دینِ برحق کی خدمت اور تبلیغ و اشاعت صدق و خلوص کے ساتھ کی، اللہ خود اس کا اجر و ثواب بن جاتا ہے اور دنیا و عقبیٰ میں اسے عزت و آبرو عطا فرماتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ ''تم اللہ کی مدد کرو (یعنی اس کے دین کی نشر و اشاعت کرو) وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھیں صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے گا۔ پس میں تمھیں تاکید کرتا ہوں کہ اللہ کے کلام کی تبلیغ و اشاعت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تسلیم و رضا کو اپنا شعار بناؤ۔ جو مسلمان اللہ کے کلام اور اس کے نبی کی سنت کی تبلیغ و اشاعت کے لیے اپنی زندگی وقف کر دیتا ہے، اس کا اجر و ثواب فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں سے بھی زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و اعانت ہمیشہ اس کے شاملِ حال رہتی ہے۔''

نفس امارہ کی مخالفت توحید کی تکمیل ہے:

قطب الاقطاب نے ارشاد فرمایا:

''تو اللہ تعالیٰ کے احکام اور افعال کا احترام کرتے ہوئے اپنی خواہشات و لذات کو فنا کر دے کیوں کہ اس عمل سے تیرے دل میں علم الٰہی کا ظرف ہونے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔ تعلق باللہ کو مضبوط بنانے کے لیے فاسق و غافل مخلوق سے قطع تعلق کرنا نہایت ضروری ہے اور اپنی خواہشات سے فنا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ نفع و نقصان، دفع ضرر و شر، اسباب دنیاوی اور جد و جہد کے تمام معاملات میں اپنی ذات پر بھروسہ کرنے کے بجائے ان امور کو کلی طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے اور قاضی الحاجات سمجھا جائے۔ خدا کو مختار کل نہ سمجھ کر اپنے نفس پر اعتماد کر لینا ہی شرک ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ماضی میں اپنے ہر بندے کے امور و معاملات کا کفیل و ذمہ دار رہا ہے۔ زمانہ حال میں بھی وہی وکیل و ذمہ دار ہے اور مستقبل میں بھی وہی رہے گا۔ اور اس کی یہ نگرانی و ذمہ داری اس وقت بھی تھی جب تو بطنِ مادر میں تھا اور پھر ماں کی آغوش میں ایک شیر

خوار بچہ تھا اور خدا کے ارادے کی خاطر اپنے ارادے سے فنا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ تو کسی خواہش و مراد کا تصور نہ کرے۔ اس لیے کہ ارادہ خداوندی سراسر خیر و بہتری ہے اور اس میں تیرا قصد کرنا بھی شرک ہو جائے گا۔ خواہشاتِ نفسانی کی نفی سے اللہ کا فضل تجھ پر جاری رہے گا۔ سینہ فراخ و کشادہ ہوگا، چہرہ روشن و پر نور ہوگا اور تعلق باللہ کی روحانی توانائی پا کر تو کائنات کی تمام چیزوں سے بے نیاز ہو جائے گا۔'' (فتوح الغیب: مقالہ نمبر ۶، صفحہ ۲۱ تا ۲۲)

التزامِ دعا کی تاکید:

حضرت قطب ربانی نے ارشاد فرمایا:

''یہ کبھی نہ کہنا کہ میں اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کروں گا۔ کیوں کہ سوال اگر معیوب و ممنوع ہے تو مخلوقات کے سامنے ممنوع ہے نہ کہ خالق و پروردگار کے سامنے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنی تمام حاجات و ضروریات کے لیے سوال کرنا اور پے در پے سوال کرنا بندے کے لیے موجب سعادت و نیک بختی ہے اور توحید و ایمان کا واضح ثبوت ہے لہٰذا میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ اپنی ہر ضرورت کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور سوال کر کہ اسی میں دنیا و عقبیٰ کی سعادت ہے۔ اگر تیری طلب کی گئی چیز علم الٰہی میں تیرے لیے مفید ہوگی اور باعثِ راحت و ترقی ہوگی تو وہ تجھے نہیں ملے گی۔ بہر کیف تجھے دعا کی قبولیت یا فعلِ الٰہی کے خلاف کوئی حرفِ شکوہ و شکایت ہرگز زبان پر نہیں لانا ہوگا۔ پس اپنی ہر حاجت و ضرورت کے لیے اللہ کے حضور سوال اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے سوال کرنے کا حکم دیا اور بندے کو پے در پے دعا کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ''میرے حضور دعا کرو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔'' نیز فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا کرو۔'' اس کے علاوہ فرمایا: ''میں اپنے بندوں سے بہت قریب ہوں۔ جب بھی کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔'' اللہ کے رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ سے قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے دعا مانگا کرو اور یہ کبھی نہ کہہ میں تو اس سے سوال کرتا ہوں لیکن وہ میری دعا قبول نہیں کرتا لہٰذا میں آئندہ اس سے دعا نہیں کروں گا کیوں کہ ایسا کہنا کفر ہے۔''

حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت کے دن بندہ اپنے نامہ اعمال میں کچھ ایسی نیکیاں دیکھے گا جو اس نے دنیا میں نہ کی ہوں گی اور نہ وہ انھیں جانتا ہوگا۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تو یہ نیکیاں پہچانتا ہے؟ مومن کہے گا: میں نہیں جانتا یہ نیکیاں میرے لیے کہاں سے آئی ہیں۔ پھر اسے بتایا جائے گا کہ یہ نیکیاں تیرے ان سوالوں اور دعاؤں کی جزا ہیں جنھیں دنیا میں تو نے مانگا تھا اور کسی مصلحت کی بنا پر قبول نہیں کیا گیا تھا اور ایسی جزائے عظیم اس وجہ سے ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے اور ذکر وعبادت میں حاصل یقین و ایمان اور موحّد ہے نیز وہ اپنے فطری اور طبعی جذبۂ عدل کی بنا پر ہر چیز کو اس کے موقع ومحل پر رکھنے والا ہے اور حقدار کو اس کا قدرتی اور حقیقی حق دیانت داری کے ساتھ پہنچانے اور ادا کرنے والا ہے۔ پس یاد رہے کہ بارگاہِ الٰہی سے بندے کے دعا وسوال کا اجر وفائدہ ضرور عطا فرمایا جاتا ہے۔ اس لیے کہ رحیم وکریم اور غنی ومغنی اللہ تعالیٰ کے اسمائے صفاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے در کے سائل کو مایوس وناامید نہیں کرتا۔ (فتوح الغیب مقالہ نمبر ٦٦، صفحہ ١٧٠)

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی نصیحت:

پیرانِ پیر، امام الاولیاء، قطب الاقطاب، سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''پہلے اپنے نفس کو نصیحت کر پھر غیر کو نصیحت کر۔ جب تک تجھے خود اصلاح کی حاجت ہو تو غیر کی طرف متوجہ نہ ہو۔ تجھ پر افسوس کہ جو خود نابینا ہے دوسرے کو کیا راہ دکھائے گا۔ ڈوبتے ہوؤں کو دریا سے وہی بچا سکتا ہے جو خود اچھا تیرنے والا ہو۔ رب تعالیٰ کی طرف بندوں کی رہنمائی وہی کر سکتا ہے جو

خود اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہو۔''

(الفتح الربانی/تصوف وطریقت: جلد اول،صفحہ ۹۵،از: سید شاہ تراب الحق)

آپ نے فرمایا:

''اگر بنیاد مضبوط نہ ہوتو اوپر کی عمارت مضبوط ہونے کا فائدہ نہیں۔اگر بنیاد مضبوط ہواور اوپری تعمیر میں نقص آجائے تو اس نقص کی تلافی ہوسکتی ہے۔ اعمال کی بنیاد توحید و اخلاص ہے جس کی یہ بنیاد کمزور ہو اس کے پاس کچھ نہیں۔''

آپ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

''تمام حرام کاموں سے بچے۔اپنے پیر و مرشد سے مجاہدہ اور ذکر (عبادت) کے لیے رہنمائی لے پھر روز اپنا محاسبہ بھی کرے اور کوشش کرے کہ لہو ولعب اور شیطانی تفریحات سے دور رہے۔ یہ چیزیں غفلت کا باعث بنتی ہیں۔جو گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے اس کا دل نرم ہوجاتا ہے اور حرام سے بچے اور حلال رزق کھائے اس کی فکر میں پاکیزگی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ بات فراموش نہ کرے کہ دین کے راستے میں مشکلات اور آزمائش آیا کرتی ہیں۔ جتنی آزمائش زیادہ ہوگی اس میں صبر کا اجر بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔بس مومن کو چاہیے کہ اعتراف شکست نہ کرے اور رحمت الٰہی سے ہرگز مایوس نہ ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ بھی ہمارے لیے روشن مثال ہے۔''

واہ کیا مرتبہ ہے اے غوث بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے ہے قدم اعلیٰ تیرا

اپنی نیکیوں پر مغرور نہ ہونے کی تلقین:

سرکار غوث اعظم نے ارشاد فرمایا:

''تیرا اپنی نیکیوں پر اِترانا، ان نیکیوں کو اپنے نفس سے منسوب کرنا اور

خلق میں اپنی راست بازی پر فخر کرتے پھرنا صریحاً شرک اور گمراہی ہے۔
حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ صراط مستقیم پر گامزن ہونے اور نیکیوں کی توفیق اللہ
تعالیٰ ہی کی تائید وتوفیق اور فضل وکرم سے ہے۔اس کے برعکس اگر کوئی شخص
شرک وکفر اور طرح طرح کے گناہوں سے بچتا ہے تو پھر وہ بھی سراسر اللہ کی
امداد واعانت اور تائید ونصرت سے ہے۔پس تو اللہ تعالیٰ کی تائید وتوفیق اور
نصرت واعانت کا اعتراف کرنے میں بخل وتعمل سے کیوں کام لیتا ہے اور نیکی
اور بدی سے بچنے کو محض اپنے نفس کی طرف کیوں منسوب کرتا ہے حالاں کہ
بڑے بڑے جلیل القدر انبیا اور اولیاء اللہ بھی ہمیشہ یہ ہی کہتے رہے کہ **لا
حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**، یعنی اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل
اور نواہی سے محفوظ رہنے کی توفیق صرف اللہ کی تائید ونصرت سے ہے۔اللہ
کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: نیک عمل کرو اور نیک عملوں کی توفیق اللہ تعالیٰ
سے چاہو۔گناہوں سے بچنے کے لیے نفس عمارہ کو مغلوب کرو، اپنے پروردگار
کی قربت چاہو اور اللہ کے بن جاؤ۔‘‘

(غنیۃ الطالبین/فتوح الغیب: مقالہ نمبر ۷۰، صفحہ نمبر ۱۷۹)

اللہ سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو سیدنا غوث الاعظم کی تعلیمات ونصیحت پر عمل
کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ہماری دنیا وآخرت کامیاب ہو۔آمین، ثم آمین۔

●●●

سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اور تحریک احیاے دین

حضور پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کی مبارک حیات طیبہ کے مختلف گوشے اہلِ اسلام کے لیے راہِ ہدایت ہیں۔ آپ کی پاکیزہ عملی زندگی احیاے دین کے لیے تھی کیوں کہ تحریک احیاے دین آپ کا مقصدِ حیات بھی تھا۔ پڑھنا اور سننا طالبانِ راہِ حق کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ آپ کی حیات مبارکہ ایمانیات، تصوف، اصلاحِ عقائد، بندگیِ رب العزت، بندگانِ خدا کو راہِ راست پر لانے، انہیں اسلام کا پیرو بنانے اور احیاے دین سے عبارت ہے، اسی کی بنا پر 'حضرت شیخ محی الدین' کا لقب بھی ملا۔ ہم آپ کے ملفوظات کی روشنی میں واضح کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کی تعلیمات مسلمانوں کے لیے کس قدر اہمیت کی حامل اور دین و دنیا کے لیے فائدہ مند ہیں۔ اگر آپ کی احیاے دین کی جدوجہد نمایاں نہ ہوتی اور اگر آپ کا یہ امتیازی وصف نہ ہوتا تو پھر یہ لقب بے معنی ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی مظلومیت نے آپ کو آتشِ زیرپا بنا دیا تھا اور آپ دین کو ازسرِنو زندہ کرنے کے لیے ہمہ تن مصروف جہاد ہو گئے تھے۔

آپ ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی دیواریں پے در پے گر رہی ہیں اور اس کی بنیاد بکھر گئی ہے، اس کو درست کر دیں۔ یہ چیز ایک سے پوری نہیں ہوگی (سب کو مل کر کام کرنا چاہیے)۔ اے سورج اور اے چاند اور اے دن! تم سب آؤ۔''

اس مختصر سے ملفوظ میں احیاے اسلام اور اقامت دین کے لیے کتنی تڑپ، کتنا سوز اور کتنا درد چھپا ہوا ہے۔ اس کو پڑھ کر قاری کا دل ہل جاتا ہے۔ پکارنے والا دین کی اقامت کے لیے پوری کائنات کو پکار رہا ہے۔ اس سے زیادہ پرزور اور عام دعوتِ دین دوسری کیا ہوگی۔ احیاے اسلام اور اقامت دین کی جد وجہد کے لیے اجتماعیت کا کتنا شدید احساس ہے۔ آپ ایک دوسرے ملفوظ میں ارشاد فرماتے ہیں:

''صاحبو! اسلام رو رہا ہے اور ان فاسقوں، بدعتیوں، گمراہوں اور مکر کے کپڑے پہننے والوں اور ایسی باتوں کا دعویٰ کرنے والوں کے ظلم سے جو، ان میں نہیں ہیں، اپنے سر کو تھامے ہوئے فریاد مچا رہے ہیں۔''

دین برحق کی خدمت پر اللہ کا اجر:

حضرت قطب ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

جس نے اللہ تعالیٰ کے دین برحق کی خدمت اور تبلیغ و اشاعت صدق و خلوص کے ساتھ کی، اللہ خود اس کا اجر و ثواب بن جاتا ہے اور دنیا و عقبیٰ میں اسے عزت و آبرو عطا فرماتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: یا ایھا الذین آمنو انی تنصرو اللہ ینصر کم و یثبت اقدامکم۔ (سورۂ محمد: آیت ۷) ترجمہ: اے ایمان والو! تم دین خدا کی مدد کروگے، اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔ (کنز الایمان) اللہ کی مدد کرنے سے مراد اللہ کے دین کی مدد ہے کیوں کہ وہ اسباب کے مطابق اپنے دین کی مدد اپنے مومن بندوں کے ذریعے ہی کراتا ہے۔ یہ مومن بندے اللہ کے دین کی حفاظت اور اس کی تبلیغ و دعوت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے یعنی انہیں کافروں پر فتح و غلبہ عطا کرتا ہے جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی روشن تاریخ ہے۔ وہ دین کے ہو گئے تو اللہ بھی ان کا ہو گیا۔ انہوں نے دین کو غالب کیا تو اللہ نے انہیں بھی دنیا پر غالب فرمادیا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر

رب نے فرمایا: وینصرن اللہ من ینصرہ۔ (سورۂ حج:، آیت ۲۲) ترجمہ: اللہ اس کی مدد ضرور کرتا ہے جو اس کی مدد کرتا ہے۔ جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا ہے۔ تم اللہ کی مدد کرو (یعنی اس کے دین کی نشر واشاعت کرو) وہ تمہیں صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے گا اور تمہاری ہر طرح کی مدد فرمائے گا۔ پس میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ اللہ کے کلام کی تبلیغ واشاعت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور تسلیم ورضا کو اپنا شعار بناؤ۔ جو مسلمان اللہ کے کلام اور اس کے نبی کی سنت کی تبلیغ واشاعت کے لیے اپنی زندگی وقف کر دیتا ہے، اس کا اجر وثواب فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں سے بھی زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت واعانت ہمیشہ اس کے شاملِ حال رہتی ہے۔ (فتوح الغیب: مقالہ نمبر ۳۸، صفحہ ۱۰۶)

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی مزید فرماتے ہیں:

اگر حدودِ الٰہی میں (احکام شرعی) میں سے کوئی حد ٹوٹتی ہے تو سمجھ لو کہ تم فتنے میں پڑ گئے اور شیطان تم سے کھیل رہا ہے۔ فوراً شریعت کی طرف رجوع کرو۔ اسے تھام لو۔ نفس کی خواہشات کو جواب دو اس لیے کہ ہر وہ حقیقت جس کی شریعت تائید نہیں کرتی، باطل ہے۔

حضرت محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی ساری زندگی خلق خدا کا رشتہ خالق سے جوڑنے میں گزری۔ انہوں نے اللہ کے بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں لگایا۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ ایک بڑی عظیم روشنی ظاہر ہوئی جس سے آسمان کے کنارے بھر گئے۔ اس سے ایک صورت ظاہر ہوئی اور اس نے مجھ سے خطاب کر کے کہا: اے عبدالقادر! میں تیرا رب ہوں، میں نے تیرے لیے سب محرمات (حرام) حلال کر دیے ہیں۔ میں نے کہا: دور ہو مردود۔ یہ کہتے ہی وہ روشنی ظلمت سے بدل گئی اور صورت دھواں بن گئی اور ایک آواز آئی عبدالقادر!

خدا نے تمہارے علم وتفقہ کی وجہ سے تم کو بچا لیا ورنہ اس طرح میں ستر صوفیوں کو گمراہ کر چکا ہوں۔ میں نے کہا: اللہ کی مہربانی سے۔

کسی نے عرض کیا: حضرت! آپ کیسے سمجھے کہ یہ شیطان ہے۔ کہا: اس کے کہنے سے کہ میں نے حرام چیزوں کو تمہارے لیے حلال کر دیا۔

ایمان کی بنیاد عقیدۂ توحید کو مضبوط کرتی ہے:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے ایک مجلس میں توحید کے مضمون کو اس طرح واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا:

ساری مخلوق عاجز ہے، نہ کوئی تجھے نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ جو کچھ تیرے لیے مفید ہے یا مضر اس کے متعلق اللہ کے علم میں قلم چل چکا ہے۔ اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ جو نیکوکار ہیں وہ باقی مخلوق پر اللہ کی حجت نہیں۔ بعض ان میں ایسے ہیں جو ظاہر اور باطن دونوں اعتبار سے دنیا سے دور ہیں گو دولت مند ہیں مگر حق تعالیٰ ان کے اندر دنیا کا کوئی اثر نہیں پاتا۔ یہی قلوب ہیں جو صاف ہیں۔ جو شخص اس پر قادر ہوا اسے مخلوقات کی بادشاہی مل گئی۔ جو اپنے قلب کو مقلب القلوب سے وابستہ کرتا ہے، شریعت اس کے ظاہر کو تہذیب سکھاتی اور توحید و معرفت باطن کو مہذب بناتی ہے۔

مشیت الٰہی کے خلاف شکایت مت کر:

محبوب سبحانی قطب ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

ہم تجھے تاکید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو امور تیرے لیے ظاہر ہوں ان کے خلاف کسی کے سامنے شکایت نہ کر، اور اللہ تعالیٰ نے جیسا اور جو سلوک تجھ سے کیا ہو اس فعل کے باعث مخلوقات میں اسے متہم نہ کر (تہمت نہ لگا)۔ اگر کسی دور میں تو مبتلائے مصائب و آلام رہا ہو تو یہ تجھے سمجھنا

چاہیے کہ مصیبت کے بعد راحت و آرام ہے اور غم و الم کے بعد مسرت و شادمانی بھی اللہ کی طرف سے موعود ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنے کلام مقدس میں فرمایا: بلاشبہہ مصیبت کے بعد راحت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں بہت وسیع و بسیط ہیں۔ اتنی بسیط کہ بندہ انہیں شمار نہیں کرسکتا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: اور اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو انہیں ہرگز شمار نہ کرسکو گے۔ پس جب اللہ تعالیٰ کی اتنی نعمتیں نوع انسانی کے لیے مقدر ہیں کہ تو ان کا احاطہ بھی نہیں کرسکتا تو اس فیاضی اور رحمت و بخشش سے ہرگز مایوس نہ ہو۔ خالق کے علاوہ مخلوق سے باطنی ربط و تعلق نہ رکھ۔ تیری محبت ہو تو پھر اسی سے ہو عرض حاجت ہو تو اسی کے حضور ہو اور کسی قسم کا شکوہ و شکایت نہ ہو کیوں کہ دنیا میں جتنے اور جس نوعیت کے بھی عوامل اور واقعات ہیں وہ سب اس کے اذن اور حکم سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ پس احوالِ تقدیر پر شکوہ شکایت نہ کر اور مشیت ایزدی کے خلاف واویلا چھوڑ دے کیوں کہ مختلف مصائب میں کتنے مصائب ہیں جو انسان پر اپنے پروردگار کی شکایت کے باعث نازل ہوتے ہیں۔

شیخ جیلانی مزید فرماتے ہیں:

میں حیران ہوں کہ تو ایسے پروردگار کی شکایت کس طرح سے کرتا ہے جو ارحم الراحمین ہے، خیر الحاکمین ہے، فیاض و مہربان ہے، بندوں پر رحمت و بخشش فرمانے والا ہے اور ان پر والدین سے زیادہ شفقت و کرم کرنے والا ہے۔ اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جتنا کہ والدین اپنی اولاد پر ہوتے ہیں۔ پس تم بھی اللہ کا ادب و احترام اختیار کرتے ہوئے زندگی میں جو مصائب در پیش آئیں ان پر صبر و تحمل کرتے ہوئے اللہ سے عفو و کرم کے خواستگار رہو کیوں کہ توبہ اور طلب عفو پر معاف کر دینا اور مشکلات رفع فرمانا اس کا دستور ہے۔

(فتوح الغیب: مقالہ نمبر ۱۸، ناز پبلشنگ ہاؤس، دہلی)

ایمان کو مضبوط کرنا احیائے دین کا حصہ:

حضرت پیرانِ پیر قطب ربانی نے ارشاد فرمایا:

''اگر تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے لگے تو سمجھ لے کہ تیرا یقین و ایمان بہت کمزور ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شرطِ اطاعت کے ساتھ مومن سے جو وعدے کر رکھے ہیں ان کی خلاف ورزی وہ ہرگز نہیں کرتا اور جب تیرے دل میں یقین و ایمان محکم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ تجھے یوں خطاب فرمائے گا: آج کے دن تو ہمارا محبوب و مقرب ہے اور ہماری رحمتیں تیرا استقبال کرتی رہیں گی۔ یہ خطاب تجھ سے بار بار ہوگا اور پھر تو خدا کے برگزیدہ بندوں میں سے ہو جائے گا اور درجۂ ایمان پر تیرا کوئی ارادہ و مطلب باقی نہ رہے گا اور تو ارادۂ الٰہی کی موافقت ہی میں روحانی سرور محسوس کرے گا۔ اب تو اللہ کے سوا تمام دیگر چیزوں سے بے رغبت اور بے نیاز ہو گیا اور شرک کی تمام آلائشوں سے محفوظ۔ اب تجھے اللہ کی طرف سے رتبہ تسلیم و رضا عطا ہوگا اور اس کی حمایت و خوشنودی کا تجھ سے وعدہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ظاہری و باطنی نعمتیں تیرے لیے بسیط ہو جائیں گی اور تیرے کلام کو معمور حکمت کیا جائے گا۔ پھر تجھے دنیا و عقبیٰ میں جن و انس تمام مخلوقات میں محبوب و محترم بنایا جائے گا کیوں کہ اللہ کی اتباع سے تو نے مخلوق کو مطیع کر لیا ہے۔ اللہ کی محبت مخلوق کی محبت کی ضامن ہے اور اس کا قہر مخلوق میں بغض پیدا کرتا ہے۔ پھر دنیا میں تو نے جن چیزوں کی خواہش کی ہوگی اور تجھے نہ ملی ہوں تو ان کا عمدہ سے عمدہ معاوضہ تجھے آخرت میں دیا جائے گا۔ تجھے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا اور جنت الماویٰ کی تمام برگزیدہ نعمتیں تجھے عطا کی جائیں گی۔ اگر تو نے دنیائے فانی میں رہتے ہوئے نفس کی لذت و شہوات سے اجتناب کیا اور خالصتاً اپنے معبود برحق ہی کا اپنا قبلۂ مقصود بنایا تو اس جذبۂ توحید کی برکت سے تجھے اللہ تعالیٰ

دنیا میں بھی اپنی جائز حلال نعمتوں سے وسعت کے ساتھ فیض یاب فرمائے گا اور عقبیٰ میں تجھے موحدین وصالحین کے ساتھ بلند درجات عطا فرمائے گا۔"

راہِ اعتدال تبلیغ دین کا حصہ:

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کے اقوال اور ارشادات سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے اسلام کی اعتدال کی راہ کو اپنایا اور بندگانِ خدا کو اس کی تعلیم دی۔ دولت، انسان کے اعمال کی بہتری، خدمت خلق، ایثار قربانی اور رضائے الٰہی کے حصول میں معاون بھی رہتی ہے پھر حکما کے بقول یہی دولت انسان کی کمزوری اور بے راہ روی، ظلم وزیادتی کا ذریعہ بھی ثابت ہوتی ہے۔ یہ ایک انتہائی حساس اور نازک پہلو ہے جس کی وجہ سے اسلام نے اعتدال پر زور دیا ہے تاکہ کوئی بشر کسی بشر کا حق چھین نہ سکے۔

دراصل معاملات کی درستگی قانون عدل کے بغیر مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ جب تک عدل وانصاف کا نظام قائم نہ ہو، معاشی زندگی میں حقوق پامال ہوتے رہتے ہیں۔ خوفِ خدا اور احتسابِ نفس اس نظام کی بنیاد ہے۔ جس کے اندر خوفِ خدا اور احتسابِ نفس نہ ہو تو وہ انسان نہ تو اپنی زندگی کے ساتھ انصاف کر سکے گا اور نہ ہی مخلوق کو انصاف دے سکے گا۔ آپ سیدنا شیخ بے پناہ خدا کا خوف رکھتے تھے۔ خلفا اور حکام کو ہمیشہ تنبیہ کرتے رہتے اور ان کے منصفانہ طرز عمل اور ظالم حکمرانوں کو تنقید فرماتے تھے۔ آپ صرف وعظ ونصیحت پر اکتفا نہ فرماتے بلکہ ضرورت سمجھتے تو بڑی صاف گوئی اور جراءت کے ساتھ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے۔ حکام وسلاطین وخلیفۂ وقت پر تنقید اور ان کے غلط فیصلوں کی مذمت بھی کرتے اور اس کے بارے میں کسی کی وجاہت اور اثر کی مطلق پرواہ نہ کرتے۔ حافظ عمادالدین بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

آپ خلفا، وزرا، سلاطین کو بڑی صاف گوئی اور بے باکی وجراءت کے ساتھ ان کو بھرے مجمع میں برسرِ منبر ٹوک دیتے۔ جو کسی ظالم کو حاکم بناتا اس پر اعتراض کرتے اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت والے کی آپ کو پرواہ نہ ہوتی تھی۔

محبوب سبحانی کے ارشادات ونصیحتیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کے اسمِ مبارک کی قسم نہ کھاؤ۔اس میں احتیاط رکھو کہ تمہاری زبان سے خدا کی قسم کا لفظ نہ نکلے۔اس عادت کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انوار کا ایک دروازہ اس کے قلب پر کھول دیا جاتا ہے،اسے رخصت پایہ حاصل ہوتی ہے۔اس کے عزم وارادے میں قوت واستحکام پیدا ہوتا ہے۔

(۲) جھوٹ سے بچو بلکہ ہنسی مذاق میں جھوٹ نہ بولو۔ یہ عادت صادقہ اختیار کرنے پر اللہ تبارک وتعالیٰ شرح صدر فرمائے گا اور علم صافی عطا فرمائے گا۔

(۳) ایفائے عہد کرو تا کہ سخاوحیا کے مراتب تم پر آشکارا ہوسکیں۔

(۴) مخلوق الٰہی کے لیے لعنت کا لفظ استعمال نہ کرو۔ابرار وصادقین کے اخلاق کا یہی طریقہ ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی حفظ آبرو فرماتا ہے اور نقصان خلق سے مامون کردیتا ہے۔

(۵) کسی کے لیے بددعا نہ کرو بلکہ صبر کے ساتھ زور وستم برداشت کیا کرو۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مخلوق میں اسے محبت وقبولیت عامہ منصب عطا ہوتا ہے۔

(۶) اہلِ قبلہ میں سے کسی ایک کے مشرک، کافر، منافق ہونے کی بشارت قطعی نہ دو۔ اتباعِ سنت نبوی یہی ہے۔اور اس بات سے انسان علمِ الٰہی میں مداخلت کرنے سے بچ سکتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایسا کرنے والے کو رحمت عامہ کے فیضان سے کثیر حصہ مل جاتا ہے۔

(۷) گناہ ظاہری یا باطنی ہوں، ان سے خود کو بالکل قطع نظر کر ڈالو اور اپنے جوارح کو بھی بچاؤ۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ قلب وجوارح کو اس کا اثر جلد معلوم ہوجائے گا۔

(۸) اپنی معیشت وروزی کا بوجھ مخلوق پر نہ ڈالو۔اس عادت سعید سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خدمت خوش اسلوبی سے ادا ہوسکتی ہے اور اس میں کمال عزت ہے۔اس سے یقین اور اعتماد علی اللہ کی صفات کی تکمیل ہوتی ہے۔

(۹) ابنِ آدم سے ذرہ بھر بھی لالچ نہ رکھ۔عزت، بزرگی، غنا، خالص نقش شافی توشاق،

اس خصلت میں ہے اور زہد کا اصول اسی بات پر منحصر ہے۔

(۱۰) تواضع اور مدارات کو اپنی عادت بناؤ۔ اس عادت میں جملہ طاعت شامل ہو جاتی ہیں۔ اس میں علو مرتبت ہے، یہی کمالِ تقویٰ ہے اور اس عادت سے صالحین تک رسائی ہے۔

(۱۱) اپنے احوال کی شکایت کسی دوست نہ کسی قرابت دار سے اور نہ کسی دوسرے سے کیا کرو۔ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی شکایت کرنا ہے۔ کسی مخلوق پر اعتماد اور بھروسہ نہ کرو اور نہ کسی سے کچھ سوال کرو اور نہ کسی کو دل کی حالت بتلاؤ۔

لقب محی الدین:

حضرت عمر کیانی و شیخ عمر بزار سے نقل ہے کہ انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے لقب محی الدین کا کیا باعث ہے؟ تو آپ نے فرمایا: دین اسلام بوڑھا، کمزور ہو گیا تھا اس کو توانا کیا، محی الدین ہوا۔

آپ نے خاصانِ خدا کو مخاطب کر کے فرمایا:

انتباہ کرنا سیکھو۔ بدعت کے کام نہ نکالو، اطاعت کرو، الگ راہ نہ اختیار کرو۔ گناہ سے آلودہ نہ ہوا کرو بلکہ ان سے پاک رہا کرو۔ اپنے مالکِ حقیقی کے آستانہ پر جمے رہو۔ صبر اختیار کرو بے صبر نہ ہو، ثابت قدم رہو، تفرقہ سے بچو، رحمتِ الٰہی سے مایوس نہ ہوا کرو۔ ذکر الٰہی کرنے کے لیے اکٹھے ہو جایا کرو۔

آپ کے پند و نصائح بے شمار ہیں۔ ہم نے ان میں سے چند ہی ذکر کیے ہیں

طوفانِ نوح لانے سے اے چشم کیا فائدہ
دو اشک ہی کافی ہیں اگر کچھ اثر کریں

حدیثِ نبوی ہے:

ترجمہ: حکمت کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں بھی اسے پائے اسے حاصل کرے کیوں کہ وہی اس کا بہترین مستحق ہے۔

اللہ ہمیں نیک باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! ثم آمین!!

سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز کی دینی ودعوتی خدمات

الحمد للہ رب اللعالمین !تمام خوبیاں اللہ رب العزت کی جو مالک و پالنہار ہے سارے جہان والوں کا اور لاکھوں کروڑوں احسان ہے بے شمار نعمتیں عطا فرمانے والے رب کریم کا کہ ایمان جیسی اعلیٰ نعمت سے مالا مال فرمایا اور ایمان کی جان یعنی محبت رسول اللہ ﷺ سے بھی سرفراز فرمایا۔ یہ نعمت سب کو نہیں ملتی، اللہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ رب العزت اپنے پیارے بندوں کے بارے میں ارشاد فرما رہا ہے:

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوْ الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۷۳۔ ۷۴)

ترجمہ: تم فرمادو کہ فضیلت اللہ کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

(کنزالایمان)

اللہ کے بعض خاص بندے محبت رسول سے اپنی زندگی کو مزین فرما کر رضائے الٰہی میں فدا رہتے ہیں تو اللہ رب العزت ان کو اپنے مقبول بندوں میں شامل فرما کر ولایت کا شاندار تاج عطا فرماتا ہے۔ عطائے ربی ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ یہ اس کی رحمت ہے۔ قدرت الٰہی کے کرشمے بھی عجیب ہیں۔ حکمتِ خداوندی کب کس چیز کا فیصلہ فرمادے، کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ یہ حکمتِ الٰہی کا کرشمہ ہی تو ہے کہ ساتویں صدی ہجری میں خراسان سے ایک اللہ کے ولی ہندوستان پہنچے اور اپنے علوم ومعارف سے پورے ہندوستان کو ایسا مسخر کیا کہ صدیاں گزر گئیں اس کے باوجود بھی آپ کا نام سکہ رائج الوقت کی طرح چل رہا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۵۳۷ھ۔ وفات ۶۳۲ھ) نے اسلامی علوم و دعوتی جدو جہد اور اصلاح و تربیت کے ذریعہ ہندوستان میں اسلام و روحانی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اگر چہ پہلی صدی ہجری میں ہی یہاں اسلام کی تبلیغ کے لیے دستے آنے شروع ہو گئے تھے لیکن آپ کی آمد کے بعد آپ کی ایمانی، روحانی، اخلاقی تعلیمات نے ہندوستان میں اسلام کو جلا بخشی اور ہزاروں ہزار کی تعداد میں لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔ تیزی سے اسلام پھیلنے لگا۔ آپ کی تعلیماتِ اسلامی اور عوامی خدمات کسی نام و نمود کے لیے نہیں تھیں بلکہ ہر چیز کا مقصد کلمہ توحید کی اشاعت اور اسلام کے پیغام کو عام کرنا تھا۔ اسی وجہ سے ان گنت لوگوں نے آپ کے دست حق پر اسلام قبول کیا۔ صرف ایک سفر دہلی سے اجمیر جاتے ہوئے راستے میں سات سو ہندوؤں کو مسلمان کیا۔ یہ تھی آپ کی اخلاقی، روحانی طاقت۔ (بزم صوفیا: از سید صباح الدین عبد الرحمٰن ،صفحہ ۶۸۔ تاریخ دعوت و عزیمت: جلد ۳، صفحہ ۲۱۔۲۲)

ظاہر سی بات ہے کہ مسلمان ہونے والے ان سات سو افراد میں سے کچھ آپ کے اخلاق کو دیکھ کر متاثر ہوئے ہوں گے اور کچھ آپ کی زبانی دعوت پر ہی لوگ مسلمان ہوئے ہوں گے۔ دورِ حاضر میں بالخصوص ہندوستان کے اندر حضور خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے اس نا قابلِ فراموش پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے۔ ہندوستانی مسلمانوں خصوصاً علمائے کرام پر فرض ہے کہ وہ صحیح بنیادوں پر اخلاق و کردار کے بل پر، سچے دل سے، نام نمود اور شہرت سے بچتے ہوئے صرف اللہ کے لیے دعوتِ اسلام کے لیے تیار ہوں اور کوشش کریں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے جاں گسل حالات میں اپنی دینی بصیرت وحمیت کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی زندگی کے لیے رسول کریم ﷺ کی مکی زندگی سے روشنی اور توانائی حاصل کی اور صبر و شکر کی ریتیلی زمین اور پہاڑ کی تپتی ہوئی پتھریلی زمین پر چل کر اپنی مکی زندگی کو مدنی زندگی میں بدلنے کے لیے ہر لمحہ کوشاں رہے۔ خواجہ صاحب نے اسوۂ رسول وحکمِ الٰہی کو اپنا رہنما بنائے رکھا۔ حضرت خواجہ صاحب کی زندگی یقیناً اس آیت کریمہ کی مصداق تھی:

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقے پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔ بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو۔ (سورۃ النحل: آیت ۱۲۵، کنز الایمان)

آپ کو یہ پورا احساس تھا کہ مجھے بے دینوں کے پاس دین کی دعوت لے کر جانا ہے چنانچہ جو طریقہ رب کریم نے بتایا ہے اسی اصول سے دین کی تبلیغ کرتے رہے۔ سب کے ساتھ محبت، انسانیت کا برتاؤ کرتے تھے۔ چھوٹوں پر پیار نچھاور کرتے اور دوسری قوم کے لوگوں پر پیار لٹاتے، (اپنوں پر تو سبھی لٹاتے ہیں) غربا پر حد درجہ شفقت فرماتے، اپنا کھانا اٹھا کر دے دیتے، اپنے کپڑے پہنا دیتے، تیمارداری کرتے، مریضوں و غریبوں کی خدمت کرتے تب یہ انمول نام ''غریب نواز'' کا لقب خاص الخاص ہوا۔ آج بھی کروڑوں لوگ آپ کی غریب نوازی کے فیض سے مالا مال ہو رہے ہیں۔ آپ نے اپنے آقا ﷺ کی سنت پر عمل کیا، غریبوں اور بلا تفریق مذہب انسانوں پر محبت نچھاور کی۔ آپ نے Theory پر بھی عمل فرمایا اور Practical پر خوب زور دیا۔ آپ نے قوتِ گویائی رکھنے والی خدائی مخلوق انسانوں کو خواہ کتنی ہی گندگیوں میں ملوث ہوں، ان کی طرف توجہ فرمائی اور ان کو گلے لگایا اور اسلامی تعلیمات سے آراستہ فرما دیا۔ صحیح اللہ والے یہی ہیں جنہیں اللہ نے اپنے مقبول بندوں میں شامل فرما کر ولایت کا شاندار تاج عطا فرمایا اور اللہ رب العزت نے ان کا تعارف قرآن کریم میں اس طرح بیان کیا ہے:

ترجمہ: سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ غم۔ وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں انہیں خوشخبری ہے دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں۔ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتی ہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ (سورۂ یونس: آیت ۶۲۔ ۶۴ کنز الایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اولیاء اللہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے دیدار سے خدا یاد آئے۔

(تفسیر صاوی۔ تفسیر مظہری)

کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخش قدس سرہٗ نے ولی کا ایک اور مفہوم بیان کیا

ہے۔آپ فرماتے ہیں:

''یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو مرتبۂ ولایت اس طرح عطا فرمائے کہ اسے کائنات میں تصرف واختیار سے نوازے اوراس کی تمام دعائیں قبول کی جائیں۔''

ایک حدیث نبوی یوں ہے:

''بہت سے گردآلود بالوں والے اورلوگوں کے دروازوں سے دور رہنے والے ایسے ہیں کہ اگر کسی بات پر وہ قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ضروران کی قسم پوری فرمائے گا۔(مسلم شریف)

دوسری روایت میں ہے:

''بہت سے گردآلود بالوں اور پرانے کپڑے والے لوگ جن کی کوئی پرواہ نہیں کرتا ایسے ہیں کہ اگر وہ کسی بات پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم ضرور پوری فرماتا ہے۔''(ترمذی،بیہقی)

اولیاے کرام،صوفیا اور بزرگوں کی تو بات ہی نرالی ہے۔اللہ سے عشق اور محبت رسول کی ہی وجہ سے تو ان پر انعامات کی بارشیں ہوئی ہیں اور آج بھی جاری وساری ہیں۔بزرگوں کی بیاض (Diary) میں بہت دلچسپ اور سبق آموز واقعات صاحبِ بصیرت کے لیے موجود ہیں۔مشہور بزرگ عارف باللہ سیدی علامہ احمد برنسی معروف بہ شیخ رزوق رحمۃ اللہ علیہ(متوفیٰ:۸۹۹ ہجری ماہ صفر، ۱۴۹۳ عیسوی)اپنی کتاب''الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ'' میں فرماتے ہیں کہ تصوف کی تقریباً دو ہزار تعریفیں اور تفسیریں آئی ہیں۔ان سب کا حاصل اللہ تعالیٰ کی طرف سچی توجہ ہے۔جس شخص کو مولائے کریم کی طرف سچی توبہ اور رسول سے محبت حاصل ہے اسے تصوف کا ایک حصہ حاصل ہے۔

(فقہ وتصوف:ص ۹۴،۹۵ مصنف شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ترجمہ علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری،اعتقاد پبلشنگ ہاؤس،دہلی)

مشہور بزرگ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:(۱)مخلوقات کی موافقت سے دل صاف کرنا(۲)طبعی یا نفسانی اوصاف سے جدا ہونا(۳) نفسانی خواہشات سے گریز کرنا(۴) روحانی صفات کا طلبگار ہونا(۵)

حقیقی علوم سے متعلق ہونا(۶) دائمی اچھے کاموں کا اختیار کرنا(۷) تمام امت کا خیر خواہ ہونا(۸) حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کا وفادار ہونا(۹) شریعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پیروکار ہونا(۱۰) اور شریعت کی تمام صفات اور برکات کا حامل ہونا وغیرہ وغیرہ۔

(حوالہ مذکورہ: ص ۹۳، ۹۴)

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اس تناظر میں ہمیں نہایت عظیم صوفی بزرگ نظر آتے ہیں۔آج کے صوفیوں کو تصوف کی صحیح تعلیم پر نظر رکھنا چاہیے اور حضرت غریب نواز کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔علم وعمل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت کا پابند ہونا انتہائی ضروری ہے ورنہ سب بیکار ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

علم حق در علم صوفی گم شود
ایں سخن کے باور مردم شود
گفتۂ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(حق تعالیٰ کا علم عارف صوفی کے علم میں پوشیدہ ہوتا ہے اگرچہ عام لوگوں کو یہ بات مشکل معلوم ہوتی ہے۔ولی کی گفتگو دراصل اللہ تعالیٰ کی گفتگو ہوتی ہے اگرچہ بظاہر بندہ خدا کے حلق سے نکلتی ہے۔)

صوفیا کی اصطلاح میں ولی وہ ہے جس کا دل شب وروز ذکر الٰہی و تسبیح اور تہلیل میں محو اور مصروف ہو۔اس کے دل میں محبت الٰہی کے سوا کسی غیر کے لیے جگہ نہ ہو اور وہ جس سے بھی محبت یا نفرت کرے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرے۔(تفسیر مظہری)

دراصل یہی ولی اللہ ہیں جو آج بھی صدیاں گزر جانے کے باوجود دلوں پر حکمرانی کررہے ہیں۔ان میں خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی بہت نمایاں ہے۔ حضرت غریب نواز آج بھی ہندوستانیوں پر حکمرانی فرمارہے ہیں۔کتنے ہی مادی حکومتوں کے مالک ذہن سے محو ہوگئے، دماغ سے غائب ہوگئے مگر یہ بزرگان دین زندہ ہیں اور زندہ

رہیں گے۔ حضور خواجہ غریب نواز کی زندگی پورے طور پر اسلام کی آبیاری اور خدمت خلق کے لیے وقف تھی۔ غریبوں، محتاجوں اور بے سہاروں کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ فرماتے تھے۔ غریبوں کی دستگیری میں ہمہ تن سرگرم عمل رہتے تھے اور آج بھی غریب نوازی فرما رہے ہیں۔ اللہ ہم تمام لوگوں کو آپ کی تعلیمات پر چلنے اور غریبوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

●●●

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی مومنانہ بصیرت واخلاقِ کریمانہ

عطائے رسول سلطان الہند غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سنجری رحمۃ اللہ علیہ ماہ ذی الحجہ ۵۸۳ھ مطابق ۱۱۸۷ء میں مکہ مکرمہ کی حاضری کے بعد مدینہ طیبہ اپنے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں پہنچتے ہیں۔ وہاں پر رسول کریم ﷺ نے آپ کو اپنے دیدار سے مشرف فرمایا اور ایک نظر میں مشرق سے لے کر مغرب تک سارے عالم کو دکھایا اور ہندوستان میں دین اسلام کی تبلیغ کا حکم فرمایا۔ خوا جہ غریب نواز نے حکم کی تعمیل فرمائی اور اپنے ساتھ اور چالیس اولیائے کرام کو لے کر بغداد ہوتے ہوئے لاہور سے ہوکر دہلی تشریف لائے۔ لمبے سفر سے آپ کے پیروں میں سوجن اور چھالے پڑ گئے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً چالیس سال تھی۔ آپ نے دہلی میں راجہ کھانڈے راؤ کے محل کے سامنے ایک مندر کے پاس قیام فرمایا اور اپنی مومنانہ بصیرت واعلیٰ اخلاق کریمانہ سے لوگوں کو سادہ اور سیدھی سادھی نصیحتیں دینے لگے۔ کھانڈے راؤ کے کاری گروں اور بہت سے راجپوتوں نے آپ کے حسنِ اخلاق سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرلیا۔ پھر آپ نے یہ ذمہ داری اپنے خلیفہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کردی اور آپ ۵۸۷ھ بمطابق ۱۱۹۰ء میں اجمیر تشریف لے آئے۔ دین اسلام کے پھیلانے میں آپ کی جدوجہد کی بہت بڑی داستان ہے، جس پر ضخیم کتابیں موجود ہیں۔ آپ کی بے شمار کرامتیں بھی ہیں اور ان پر بھی کتابیں مو جود ہیں۔ میرا مقصد ہے آپ کی مومنانہ بصیرت اور اخلاق کریمانہ پر مختصراً روشنی ڈالنا جو آج کی اہم ضرورت ہے۔ آج جو، ان کے نام کی روٹیاں کھا رہے ہیں وہ بھی مومنانہ بصیرت سے

دور اور اخلاق سے خالی ہیں۔ بزرگوں کی سیرت ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ اس پر عمل کر کے ہی ہم سچے پکے مسلمان بن سکتے ہیں۔

بصیرت اور مومن: لازم وملزوم:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔(سورۃ الانفال: آیت ۲۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کروگے (تو) وہ تمھارے لیے حق و باطل میں فرق کرنے والی حجت (وہدایت) مقرر فرمادے گا اور تمھارے (دامن) سے تمھارے گناہوں کو مٹادے گا، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تقویٰ (اللہ سے ڈر) کی خاصیت ہے کہ وہ انسان کو ایسی سمجھ عطا کردیتا ہے جو حق اور ناحق میں تمیز کرنے کی اہلیت رکھتی ہے اور گناہ کی ایک خاصیت یہ ہے کہ وہ انسان کی عقل خراب کردیتا ہے جس سے وہ اچھے کو برا اور برے کو اچھا سمجھنے لگتا ہے۔ جو اللہ سے ڈرے اور اس کے حکم پر چلے تو اللہ تعالیٰ اسے تین خصوصی انعام عطا فرمائے گا۔ پہلا اسے فرقان (حق و باطل میں فرق کرنے) والا علم عطا فرمائے گا یعنی فراست ایمانی۔ دل کو ایمانی نور عطا فرمائے گا۔ مومن کی فراست ایمانی کے بارے میں حدیث مطالعہ فرمائیں۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِتَّقُوْا فَرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ

مومن کی فراست ایمانی سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

(ترمذی: حدیث ۳۲۵۴)

خواجہ غریب نواز اور اناساگر:

اللہ رب العزت نے خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو بصیرت کی دولت سے مالا مال

فرمایا تھا۔اناساگر جو سلطان الھند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے کوزے میں سما گیا تھا،کا بہت مشہور واقعہ ہے۔یہ اجمیر میں واقع ایک مصنوی جھیل ہے جسے پرتھوی راج چوہان کے دادا اناجی چوہان نے ۱۱۳۵ء سے ۱۱۵۰ء کے دوران بنوایا تھا۔ساگر ہندی میں سمندر کو کہتے ہیں،اسے چوں کہ اناجی چوہان نے بنوایا تھا اسی لیے اس کا نام ''اناساگر'' ہوا۔یہ ہندوستان کی چند خوبصورت جھیلوں میں سے ایک ہے۔ایک بار آپ نے اپنے خادم کو پانی لانے کو کہا تو جب خادم اناساگر پر پہنچا تو دیکھا کہ وہاں راجپوت سپاہیوں کا پہرہ ہے۔ جب خادم نے پانی لینا چاہا تو سپاہیوں نے کہا کہ تم یہاں سے پانی نہیں لے سکتے۔خادم نے واپس آکر ساری صورت حال خواجہ غریب نواز کی بارگاہ میں گوش گزار کی۔اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ میرا کوزہ لے جاؤ اور ان سے کہو ہم زیادہ پانی نہیں لیتے،صرف یہ کوزہ بھرنے کی اجازت دے دو۔خادم کوزہ لے کر وہاں پہنچا اور اجازت طلب کی تو سپاہیوں نے سوچا ایک کوزہ ہی تو ہے لے جانے دو۔انھوں نے اجازت دے دی اور ساتھ میں یہ بھی کہا کہ بس یہی کوزہ،اس کے بعد پانی لینے نہ آنا۔جب خادم نے کوزہ پانی میں ڈالا تو ۱۳رکیلومیٹر پر پھیلا اناساگر کوزے میں سما چکا تھا۔خواجہ غریب نواز نے اپنے کوزے میں اناساگر کے سارے پانی کو سمیٹ کر اپنی کرامت کا سکہ دلوں بیٹھا دیا،چاروں طرف ہاہا کار مچ گیا لوگ اور جانور پیاس سے پریشان ہونے لگے چنانچہ آپ نے پھر وہی پانی اللہ کی مخلوق کی ضرورتوں اور پیاس بجھانے کے لیے اناساگر میں واپس کر دیا۔آپ کے اس عمل سے وہاں کے لوگوں میں آپ کی رحم دلی کا سکہ بیٹھ گیا۔(دشمنوں کو پیاسا مار ڈالنا تو لوگوں کا وطیرہ رہا ہے)اس واقعے کے بعد لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔آپ کی رحم دلی نے لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف اور اسلام کی طرف متوجہ کیا۔اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن سے ہمیں سبق لینا چاہیے۔خواجہ غریب نواز کی غریب نوازی سے میں بھی مالا مال ہو جاؤں آپ کی بارگاہ میں استغاثہ پیش ہے۔

میرا بگڑا وقت سنوار دے　　　میرے خواجہ مجھ کو نواز دے
تری اک نگاہ کی بات ہے　　　میری زندگی کا سوال ہے

بڑے بڑے سلطان زمانہ آپ کی بارگاہ میں حاضری دے کر اپنے لیے خزانہ سمیٹتے ہیں اور آپ اپنے بیگانوں سب کو دینی و دنیاوی دونوں خزانوں سے مالا مال فرماتے ہیں۔ پرتھوی راج نے آپ پر بے شمار مظالم کے پہاڑ توڑے لیکن قربان جایئے حضرت خواجہ غریب نواز پر کہ انہوں نے آقا ﷺ کے فرمان'' ہندوستان جا کر اسلام پھیلاؤ'' پر کتنے صبر و استقلال سے عمل کیا۔ پرتھوی راج نے حکم دیا کہ اجمیر سے نکل جاؤ۔ ۱۸ر ہزار عالمین کا مشاہدہ فرمانے والے خواجہ غریب نواز نے اپنی مومنانہ بصیرت سے مومنانہ جلال میں آ کر پرتھوی راج کے بارے میں فرمایا: ''میں نے پرتھوی راج کو زندہ سلامت لشکر اسلام کے سپرد کیا۔'' آپ کا فرمان سو فیصد صحیح ثابت ہوا۔ تیسرے ہی روز فاتح ہندوستان شہاب الدین غوری کے لشکر نے ہندوستان پر لشکر کشی اور پرتھوی راج کے لشکر سے زبردست جنگ کی اور فتح حاصل کر کے پرتھوی راج کو گرفتار کر کے واصلِ جہنم کیا اسی لیے آپ کو ہندوستان و پاکستان کا اصل بادشاہ کہا اور مانا جاتا ہے۔

خواجہ غریب نواز کا اخلاقِ کریمانہ:

جب سے دنیا قائم ہے اس وقت سے آج تک ہر دور میں کسی نہ کسی علاقے میں کوئی اللہ کا بندہ ایسا ضرور ہوتا رہا ہے جس نے انسانوں کی سیرت و کردار کی تعمیر کی اور محبت کا پیغام دیا۔ اللہ کے نیک بندوں نے انسانوں کو ہمیشہ اخلاقی تعلیم سے سرفراز کیا اِن میں حضور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ بھی صفِ اول میں نظر آتے ہیں۔ اسلام اپنی اخلاقی تعلیمات کی وجہ سے پھیلا اور پھیلتا رہے گا آنے والی صبح قیامت تک۔ جنگ بدر کے قیدیوں سے حسن سلوک ہو یا فتح مکہ کے بعد دشمنوں کو عام معافی دینا ہو، صوفیائے کرام کی اخلاقی قدروں نے اسلام کو پھیلانے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اس طرح کے بے شمار واقعات تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں۔ خواجہ غریب نواز کے اخلاق کریمانہ نے اسلامی تعلیمات کا عملی نمونہ پیش کیا، ہر خاص و عام، ہر مذہب کے لوگوں پر آپ کے پیار و محبت، شفقت اور اخلاق کریمانہ کی مسلسل بارش ہوتی رہی تبھی تو ہندوستان کے بت پرستانہ ماحول میں بھی لاکھوں لاکھ لوگوں کا اسلام قبول کر لینا بہت بڑی بات

ہے۔دلوں پر زبردستی نہیں محبت سے قبضہ کیا جاتا ہے۔ یہ کام صوفیائے کرام نے بخوبی کیا اور خواجہ غریب نواز نے بدرجہ اتم کیا تبھی تو آپ کو غریب نواز جیسے اعلیٰ خطاب سے آج تک یاد کیا جاتا ہے۔حدیث پاک میں ہے کہ سب سے افضل عمل حسن خُلق ہے اور سب سے بڑی نحوست بد خلقی ہے۔حسن خلق اور سخاوت سے ایمان مضبوط ہوتا ہے اور بد خلقی و کنجوسی سے کفر ترقی کرتا ہے۔انسان کا ظاہری لباس کپڑا ہے اور اندرونی لباس حسن اخلاق ہے۔قیامت کے دن حضور نبی کریم ﷺ کے قریب وہ شخص ہوگا جو خوش اخلاق ہوگا۔اخلاق کے بغیر انسان ایک حیوان ہے۔زندگی کے ہر شعبے میں حسن اخلاق کی اہمیت ہے۔آقا ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُ تَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَ خْلَاقِ۔

ترجمہ: میں اخلاق کی تعلیم کو مکمل کرنے کے لیے آیا ہوں۔

(بخاری شریف: حدیث ۸۹۳۹۔بیہقی: حدیث ۳۶۵)

نبی، رسول، پیغمبر جیسے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوتے ہوئے بھی نبی رحمت ﷺ نے دشمنوں کو معاف فرمایا اور بچوں، عورتوں، بوڑھوں پر شفقت فرمائی تو لوگوں نے جوق در جوق اسلام قبول کیا۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے ضعیف (بوڑھے) والد جو نابینا تھے، نبی ﷺ کی بارگاہ میں بیعت کے لیے گود میں لے کر آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: انھیں آپ نے کیوں تکلیف دی؟ میں خود ان کے پاس چلا آتا۔(حدیث)

اللہ رب العزت کی خوشنودی اور مخلوق میں ہر دل عزیز بننے کا شرف اس کو اللہ عطا فرماتا ہے جو با اخلاق ہو۔غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ خود دور دور تک دشوار گزار راستوں پر چلتے، میلوں سفر کرتے، لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے، لوگوں سے اخلاق سے ملتے اور امیر، غریب، بوڑھوں اور کمزوروں سب سے یکساں پیار بھرا سلوک کرتے۔حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنھما نے خبر دی کہ میری والدہ نبی ﷺ کے زمانے میں میرے پاس آئیں، وہ اسلام کی منکر تھیں۔میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرسکتی ہوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

کریمہ نازل فرمائی: لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْ کُمْ فِی الدِّیْنِ وَ لَمْ یُخْرِ جُوْ کُمْ (سورہ الممتحنۃ: آیت ۸) ترجمہ: اللہ تمھیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمھارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو، بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں۔ (کنز الایمان، بخاری شریف: حدیث ۵۹۷۸)

یعنی جو غیر مسلم مسلمانوں سے نہ جنگ کرتے ہیں اور نہ انہیں کوئی اور تکلیف دیتے ہیں، ان سے اچھا برتاؤ اور نیکی کا سلوک اللہ تعالیٰ کو ہرگز ناپسند نہیں ہے بلکہ انصاف کا معاملہ کرنا تو ہر مسلم اور غیر مسلم کے ساتھ واجب ہے۔ اس کے علاوہ اسی مضمون کی اور بھی حدیثیں ہیں۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے حسن سلوک اور محنت شاقہ سے ہی ہندوستان میں اسلام پھیلا۔ آپ کی سیرت ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ افسوس! آج ان کے نام کی خانقاہیں سجائے موٹے موٹے گدوں اور مسندوں پر براجمان لوگ ان کی تعلیمات پر کتنا عمل کر رہے ہیں، یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ ڈاکٹر اقبال نے اسی مناسبت سے کہا ہے کہ

نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا
ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن
میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

یہ ان سے محبت نہیں یہ تو عداوت ہے۔ افسوس ان پر بھی ہے جو آج خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی کشف وکرامات اور دین اسلام کی اشاعت میں ان کی خدمات کے منکر ہیں۔ دونوں مجرم ہیں، اللہ کے وہاں پکڑے جائیں گے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ موجودہ ملکی حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے برادرانِ وطن سے بھی اخلاقی رابطہ بڑھائیں اور ان کے سامنے اخلاق کا پیکر بن کر اسلامی تعلیمات ان تک پہنچائیں۔ یہ ہمارا دینی فریضہ بھی ہے۔ خود بھی اسلام پر عمل کریں تبھی اسلام کا اور مسلمانوں کا بھلا ہوگا اور امن وامان قائم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق دے، آمین ثم آمین۔

●●●

مشہور صوفی بزرگ حضرت سید رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا عشق رسول

الحمد للہ رب اللعالمین! تمام خوبیاں اللہ رب العزت کو جو مالک و پالنہار ہے سارے جہان والوں کا اور لاکھوں، کروڑوں احسان ہے بے شمار نعمتیں عطا فرمانے والے رب کریم کا کہ ایمان جیسی اعلیٰ نعمت سے مالا مال فرمایا اور ایمان کی جان یعنی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی سرفراز فرمایا۔ چوں کہ یہ نعمت سب کو نہیں ملتی، اللہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اپنے پیارے بندوں کے بارے میں ارشاد فرما رہا ہے:

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔(سورۂ آل عمران: آیت ۷۳۔ ۷۴)

ترجمہ: تم فرما دو کہ فضیلت اللہ کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

(کنز الایمان)

اللہ کے بعض خاص بندے محبت رسول سے اپنی زندگی کو مزین فرما کر رضائے الٰہی میں فدا رہتے ہیں تو اللہ رب العزت ان کو اپنے مقبول بندوں میں شامل فرما کر ولایت کا شاندار تاج عطا فرماتا ہے۔ عطائے ربی ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ یہ اس کی رحمت ہے۔

ایمان کی جان محبت رسول:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

ولایومن احدکم حتیٰ أکون احب الیه من والده وولده والناس

اجمعین

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص ایمان والا نہ ہوگا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہوجائے۔ (بخاری شریف: باب/ رسول کریم ﷺ سے محبت رکھنا ایمان میں داخل ہے، حدیث نمبر ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۲۱، ۴۲۵۔ مسلم شریف حدیث نمبر ۱۶۶، حدیث نمبر ۲۴۰)

اس حدیث کے راویان میں حضرت یعقوب بن ابراہیم، عبد العزیز بن صہیب، حضرت انس، حضرت آدم ابن ابی یاس ہیں ان حضرات نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ وغیرہ وغیرہ سے روایت فرمایا ہے۔اس مضمون کی اور بھی احادیث حدیثوں کے ذخیرے میں موجود ہیں، مطالعہ فرمائیں۔

قرآن کریم میں بھی ایمان کی جان محبت رسول ہی بتایا گیا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ ۔ ۔۔الخ (سورۂ توبہ: آیت ۹)

ترجمہ: تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ (کنزالایمان)

دوسری جگہ سورۂ آل عمران کی آیت مبارکہ ۳۱، ۳۲، ۳۳ پھر سورۂ نساء: آیت ۶۴ سمیت کئی آیات واحادیث میں بھی اسی طرح کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔خوش عقیدوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے اور فاسقوں، بدعقیدوں کے لیے اللہ سے ہدایت کی دعا ہے۔صحابہ کرام ،تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، بزرگان دین اور اولیاے کرام کی محبت رسول وعشقِ رسول کے بہت سے واقعات مستند کتابوں میں موجود ہیں۔ دلِ بینا وعشقِ رسول سے بھرا سینہ ہوجائے تو توفیق وہدایت سے نصیبہ میں اضافہ ہوگا۔

اولیاے کرام، صوفیا اور بزرگوں کی تو بات ہی نرالی ہے۔اللہ سے عشق اور محبت رسول

کی ہی وجہ سے تو ان پر انعامات کی بارشیں ہوئی ہیں اور آج بھی جاری وساری ہیں۔ بزرگوں کی بیاض (Diary) میں بہت دلچسپ اور سبق آموز واقعات صاحبِ بصیرت کے لیے موجود ہیں۔ مشہور بزرگ عارف باللہ سیدی علامہ احمد برنسی معروف بہ شیخ رزوق رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ: ۸۹۹ ہجری ماہ صفر، ۱۴۹۳ عیسوی) اپنی کتاب ''الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ'' میں فرماتے ہیں کہ تصوف کی تقریباً دو ہزار تعریفیں اور تفسیریں آئی ہیں۔ ان سب کا حاصل اللہ تعالیٰ کی طرف سچی توجہ ہے۔ جس شخص کو مولائے کریم کی طرف سچی توبہ اور رسول سے محبت حاصل ہے اسے تصوف کا ایک حصہ حاصل ہے۔

(فقہ وتصوف: ص ۹۴، ۹۵ مصنف شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ ترجمہ علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی)

مشہور بزرگ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

(۱) مخلوقات کی موافقت سے دل صاف کرنا (۲) طبعی یا نفسانی اوصاف سے جدا ہونا (۳) نفسانی خواہشات سے گریز کرنا (۴) روحانی صفات کا طلبگار رہنا (۵) حقیقی علوم سے متعلق ہونا (۶) دائمی اچھے کاموں کا اختیار کرنا (۷) تمام امت کا خیر خواہ ہونا (۸) حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کا وفادار ہونا (۹) شریعت میں رسول اللہ ﷺ کا پیروکار رہنا (۱۰) اور شریعت کی تمام صفات اور برکات کا حامل ہونا وغیرہ وغیرہ۔ (حوالہ مذکورہ: ص ۹۳، ۹۴)

آج کے صوفیوں کو تصوف کی صحیح تعلیم پر نظر رکھنا چاہیے۔ علم وعمل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی شریعت کا پابند ہونا انتہائی ضروری ہے ورنہ سب بیکار ہے۔

نبی رحمت ﷺ کے در پر حاضری:

کون ایسا مسلمان ہے جو آقا کے در پر حاضری کا خواہاں نہ ہو۔ یوں تو بزرگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی رہتی ہے مگر عاشقوں کی بات ہی نرالی ہے۔ وہاں جا کر بالمشافہ ملاقات یہ تو اللہ کی نعمت ہی ہے اور رسول ﷺ کی عنایت ہی تو ہے۔ شاہ

مدینہ کے در پر حاضری کا تصور، آہا آہا آہا۔۔۔۔کوئی کیا لکھے، کیا بتائے۔سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اعتبار سے انعام سے نوازا جاتا ہے۔کوئی بھی خالی نہیں لوٹتا۔ناچیز بھی حج کی سعادت سے بہرہ ور ہو چکا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے در پر حاضری بھی نصیب ہو چکی ہے۔اے کاش! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرم فرمادیں، پھر بلاوا آجائے آمین!

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
جنید و بایزید ایں جانفس گم کردہ می آید

دربار رسول پر حاضری جہاں جنید و بایزید اور بڑے بڑے ولیوں کی سانسیں تھم جاتی ہیں، بن مانگے جھولیاں بھر جاتی ہیں مگر مانگنے والے بھی خوب ہیں اور کیا مانگتے ہیں اور کیسے نوازے جاتے ہیں۔اس کے بارے میں کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔کئی کتابوں کے مصنف حضور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تفسیر جلالین شریف جو کہ ہر مکتب فکر کے مدرسوں میں علمائے کرام کو پڑھائی جاتی ہے۔اس تفسیر کے پہلے پندرہ پاروں کی تفسیر نو یں صدی ہجری (۷۹۱۔۸۶۴) کے بزرگ جلالۃ المحلی جنھوں نے فرمائی تھی پھر بعد کے پندرہ پاروں سے آخر تک حضور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جو دسویں صدی ہجری (۷۹۱۔۹۱۱) نے کی تھی۔یہی امام جلال الدین سیوطی اپنی کتاب ''الحاوی'' شریف میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ السید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ جو مشہور بزرگ اکابر صوفیا میں سے ہیں، ان کا واقعہ مشہور ہے کہ جب وہ ۵۵۵ ہجری میں حج سے فارغ ہو کر سرکار اعظم ﷺ کی زیارت کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور قبر انور کے سامنے کھڑے ہوئے تو دو شعر پڑھے۔

فِیْ لَةِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ کُنْتُ اُرْسِلُهَا
تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّیْ وَ هِیَ نَائِبَتِیْ

ترجمہ: یعنی میں دور ہونے کی حالت میں اپنی روح کو خدمت مبارکہ میں بھیجا کرتا تھا جو میری نائب بن کر حضور کے آستانۂ مقدسہ کو چوما کرتی تھی۔

وَهٰذِهٖ دَوْلَةُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ
فَاَمْدُدْ یَمِیْنَكَ کَیْ تَحْظٰی بِهَا شَفَتِیْ

ترجمہ: یعنی اب جسموں کی حاضری کا وقت آیا ہے، لہٰذا اپنے دست اقدس کو عطا فرمایئے تا کہ میرے ہونٹ اس کو چومیں۔

شاہ من سلطان عالم سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس عرض پر سرکارِ اقدس ﷺ نے قبر انور سے اپنے دست مبارک کو باہر نکالا جس کو آپ نے چوما۔ البیان المشید میں ہے کہ اس وقت کئی ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا۔ جنہوں نے اس واقعے کو دیکھا، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس کی زیارت کی۔ ان لوگوں میں محبوب سبحانی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ!!

(فقہ وتصوف: ص ۹۴، ۹۵ مصنف شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، ترجمہ علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔ خطبات محرم: صفحہ ۶۵، حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی، کتب خانہ امجدیہ، دہلی)

خانقاہ رفاعیہ، بڑودہ شریف گجرات میں آپ کی آرام گاہ ہے جہاں لاکھوں فرزندان توحید آپ کے فیضان کرم سے مالا مال ہورہے ہیں اور ماہ جُمادی الاولیٰ میں آپ کا عرس نہایت تزک واہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ خانقاہ رفاعیہ ہندوستان کی مشہور ومعروف اور قدیم خانقاہوں میں سے ہے۔ خانقاہ کے زیر اہتمام کئی اسکول اور انگلش میڈیم اسکول بھی چل رہے ہیں اور ان سے ہزاروں لوگ دین ودنیا کے علم سے آراستہ ہورہے ہیں۔ آج کے صوفیوں کو تصوف کی صحیح تعلیم پر نظر رکھنا چاہیے۔ علم وعمل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی شریعت کا پابند ہونا بھی انتہائی ضروری ہے۔

یہ ہے اللہ سے عشق ورسول اللہ کی محبت کا انعام۔ اللہ بزرگوں کے طفیل ہم سب کو مدینہ کی حاضری نصیب فرمائے۔ ان اللہ والوں کے صدقے ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف فرمائے اور خدائی اطاعت ورسول اللہ ﷺ کی محبت سے ایمان کو منور ومجلّی فرمائے۔ آمین، ثم آمین!

●●

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی شاعری میں میلاد مصطفیٰ

سرکار دو جہاں ﷺ کا میلاد کلام الٰہی قرآن مجید میں جا بجا موجود ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے محاسن وکمالات وخلق عظیم کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اسی سنت الٰہیہ کو صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین وغیرہ نے آج تک اور عاشقان مصطفیٰ صبح قیامت تک اس مبارک سلسلے کو جاری وساری رکھیں گے۔

میلاد مصطفیٰ اور نعت مصطفیٰ لازم وملزوم ہیں۔ سرکار دو جہاں ﷺ کا حسین وجمیل سراپا ،ان کی حق گوئی، ان کے اخلاقِ کریمانہ، ان کی سادگی، سخاوت، داد ودہش، دشمنوں پر رحم وکرم ،دستگیری، ان کے روضے کے دیدار کی تمنا، روز حشر شفاعت کی آرزو، طلب واستعانت، معجزات، تصرفات، معمولاتِ شب وروز اور ان جیسے بہت سے مضامین سے اردو کی ''نعت'' مالا مال ہے۔ بہت سے شعرا نے نعت پر توجہ دی، اگرچہ انہوں نے اسی طرح کے موضوعات کا سہارا لیا مگر بات کہنے کے ڈھنگ نے مضمون کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا اور قاری کو یا سننے والے کو ایسا لگا کہ جسے وہ پڑھ رہا ہے یا سن رہا ہے وہ نیا مضمون ہے۔ شاعری کے اسی فن میں مضمون آفرینی کا راز پنہاں ہے۔ لذت بیان، نادرہ کاری، جدت آداب اور لطافت معنیٰ بھی اسی کی مختلف شکلیں ہیں یا تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ بدلے ہوئے نام ہیں۔

چودہویں صدی ہجری میں برصغیر کے چند نامور نعت گو شعرا اتر پردیس میں پیدا ہوئے۔ مولانا احمد رضا بریلوی، استاذ زمن حسن رضا خاں حسن بریلوی۔ مصطفیٰ رضا خان المشہور حضور مفتی اعظم ہند نوری۔ مولانا محسن کاکوروی، مولانا ضیاء القادری بدایونی اور حافظ پیلی بھیتی کے نام خاص طور سے ذکر کے قابل ہیں۔ ان نعت گو شعرا میں مولانا احمد رضا بریلوی

کا مقام سب پر فائق ہے۔

آپ کی ولادت شہر بریلی کے محلہ سوداگران میں ۱۰ رشوال المکرم ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴ رجون ۱۸۵۶ء کو ہوئی ۔ پیدائشی نام محمد اور تاریخی نام المختار رکھا گیا۔آپ کے دادا رضاعلی خان پیار سے رضا کے نام سے پکارتے تھے ۔ جب آپ فتویٰ نویسی فرمانے لگے تو احمد رضا کے ساتھ عبد المصطفیٰ کا اضافہ فرمایا۔ تفقہ فی الدین جیسی دولت اور حبیب کبریا ﷺ کی محبت مولانا احمد رضا بریلوی کی رگ رگ میں بھری تھی ۔ یہ دونوں دولتیں ہر دل کی تجوری میں نہیں ڈالی جاتیں اور نہ ہی یہ دولتیں کسب وحصول سے حاصل کی جاسکتی ہیں ۔ قرآن کریم کا بہ نظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ تفقہ فی الدین مشیت ایزدی اور ارادۂ الٰہی سے وابستہ ہے۔سرکار دوعالم ﷺ ارشادفرماتے ہیں:

مَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیۡرًا یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیۡنِیعنی اللہ اپنے جس بندے پر احسان اور بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے تفقھہ فی الدین کے گوہر سے مالا مال کردیتا ہے۔

معلوم ہوا جو قدسی صفات (نیک صالح)اس اعلیٰ مرتبے پر فائز کیے جاتے ہیں، ان پر انعامات الٰہی اور توجہات خصوصی کی موسلا دھار بارش ہوتی رہتی ہے۔اگر چہ وہ معصوم نہیں ہوتے مگر بہت دور دور تک فکری لغزشوں سے من جانب اللہ محفوظ رکھے جاتے ہیں ۔امام احمد رضا خان بریلوی بمشہور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا تعلق بھی اللہ تعالیٰ کے انہی انعام یافتہ بندوں کے طبقے سے ہے۔ان کی سیرت اوران کے علمی شہپاروں کے مطالعے سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ علوم وفنون کی تیکنک اور باریکیوں پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ان کا قلم اس قدر محتاط تھا گویا ہر قدم پھونک کے رکھا گیا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی اپنے وقت کے مجدد تھے ۔ مولانا ابو الحسن علی ندوی کے والد مولانا عبدالحی ندوی مئولف نزھۃ الخواطر باوجود اختلاف مسلک کے اعتراف کرتے ہیں کہ جزئیات فقہ پر جو عبور ان کو حاصل تھا ان کی نظیر ان کے زمانے میں نہیں ملتی۔آقائے کائنات ﷺ سے ان کی والہانہ محبت ضرب المثل بن چکی ہے۔خود ان کے مخالف معاصر علما مثلا اشرف علی تھانوی نے اعتراف کیا ہے کہ وہ جذبہ عشق رسول اللہ ﷺ

سے سرشار ہوکر ان کی عبارت کی گرفت کرتے ہیں۔

عظمت مصطفیٰ ﷺ ایمانی عقیدہ ہے

عظمت مصطفیٰ کو تسلیم کیے بغیر کوئی مومن نہیں ہوسکتا چاہے وہ دن رات سجدے کرتا رہے۔ یہ عقیدہ عاشقان نبی ﷺ کے لیے جانِ ایمان ہے۔ اس عقیدے کی تبلیغ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے لیے مشن کا درجہ رکھتی تھی۔ وہ آئین شریعت کے پاس دار تھے۔ ان کی نثر اور شاعری میں ہر جگہ اس عقیدے کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ نعت پاک کے درج ذیل اشعار میں عظمت مصطفیٰ ﷺ کے اظہار کے لیے جس طرح مضمون آفرینی کی گئی ہے، وہ دیکھتے ہی بنتی ہے:

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ
عصائے کلیم ، اژدہائے غضب تھا
گروں کا سہارا عطائے محمد ﷺ

قرآن مجید میں رئوف و رحیم کے الفاظ باری تعالیٰ جل سبحانہٗ کے لیے آئے ہیں اور مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے لیے بھی:

لَقَدْ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِنْ انفسکم عزیز علیھم ماعنتم حریص..الخ
(سورۂ توبہ، آیت نمبر ۱۲۷)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تشریف لائے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔ (کنزالایمان)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور کا میلاد شریف ارشاد فرمایا۔ ان کی تشریف آوری اور ان کے فضائل بیان فرمائے۔ پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد پڑھنا سنت الٰہیہ ہے۔ گزشتہ نبیوں نے بھی آپ کا میلاد پڑھا، پتہ چلا کہ میلاد سنت انبیا بھی ہے۔

رئوف مبالغہ کا صیغہ ہے، اس کا معنی ہے: بے حد مہربانی اور شفقت فرمانے والا۔

حسین بن فضل نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے دوناموں کو محمد ﷺ کے سوا کسی نبی میں جمع نہیں فرمایا۔

(تفسیر نور العرفان: ص۳۲۹/ تفسیر ضیاء القرآن: ج۲،ص۲۶۹)

اسی سے استفادہ کرتے ہوئے مولانا احمد رضا خان بریلوی نے نعت مصطفی کے ذریعے کیسے میلاد مصطفی پڑھا، کیا مضمون پیدا کیا اور کتنے پیارے انداز میں ادا کیا ہے، داد دیتے ہی بنتی ہے:

وہ نامی کے نام خدا نام تیرا
رؤف و رحیم و علیم وعلی ہے
نبی سرور ہر رسول و ولی ہے
نبی راز دار مع اللہ لی ہے

حدیث قدسی کے مضمون لَوْ لَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ کی ترجمانی بڑے پیارے انداز میں نعت پاک سے میلاد مصطفیٰ پڑھا ہے:

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے
مجرم بلائے آئے ہیں جائوک ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

قرآن عظیم میں ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ (سورۃ النساء: آیت ۶۴)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے نبی! تیری بارگاہ میں حاضر ہو کر معافی چاہئیں اور آپ ان کی شفاعت چاہیں تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔(کنز الایمان)

قرآن عظیم خود گنہ گاروں کو اپنے حبیب کے دربار میں بلا رہا ہے اور کریموں کی شان یہ نہیں کہ اپنے دربار میں بلا کر خالی واپس کریں:

رومی غلام دن ، حبشی باندیاں شبیں
گنتی کنیز زادوں میں شام و سحر کی ہے
ایسے بندھے نصیب کھلے، مشکلیں کھلیں
دونوں جہاں میں دھوم تمہاری کمر کی ہے
وہ خلد جس میں اترے گی ابرار کی برات
ادنیٰ نچھاور اس مرے دولہا کے سر کی ہے

ابرار کا مرتبہ مقربین سے بہت کم ہے یہاں تک کہ **حسنات الابرار سیئات المقربین** پھر مقربین میں بھی درجات بے شمار ہیں اور انھیں بھی اعلیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ جو درجے ملیں گے وہ بھی سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصدق ہے اسی لیے اسے ادنیٰ نچھاور کہا ورنہ جنت میں کچھ ادنیٰ نہیں۔

عبد المصطفیٰ بنام مشہور اعلیٰ حضرت بریلوی کے نزدیک میلاد مصطفیٰ ﷺ ایسا پیارا موضوع ہے کہ جس میں کیف سامانیاں اپنے عروج کو پہنچ جاتی ہیں۔ بلبلیں مست نغمہ سرا ہونے لگتی ہیں۔ عشق و سرمستی کی آبشاریں رحمت ایزدی کے نغمے گانے لگتی ہیں۔ **الصلاۃ و السلام علیك یا رسول الله** کی خوشبو لٹانے لگتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شاعری حصول سعادت دارین کا ذریعہ ہے۔ اس لیے کہ آپ ذکر میلاد مصطفیٰ میں بے خود و سرشار رہتے ہیں آپ نے اپنی شاعری میں بار بار میلاد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر کیا ہے۔ اس وابستگی رسول ﷺ کے بارے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی خود کہتے ہیں:

کروں مدح اہلِ دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہو ں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

حضور نبی کریم ﷺ کی توصیف وثنا کو وظیفۂ حیات بنانے والے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی جب ولادت مصطفیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو اس دن کی عظمت، ہیبت اور جلالت آپ کے دل پر منقش ہو جاتی ہے اور بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں:

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا

تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا
تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا
تیرے صدقے میں نجی اللہ کا بجرا تر گیا
بڑھ چلی تیری ضیا اندھیر عالم سے گھٹا
کھل گیا گیسو تیرا رحمت کا بادل گھر گیا

اعلیٰ حضرت بریلوی نے شریعت کے تقاضوں کی پاس داری کرتے ہوئے جب نعت کہی تو اسے قبولیت اور شہرت دوام کا وہ مرتبہ ملا جو آج تک نعتیہ شاعری کے حوالے سے کسی کا مقدر نہ بن سکا۔

مشہور نقاد نیاز فتح پوری کے لفظوں میں:

''شعروادب میرا خاص موضوع ہے میں نے مولانا احمد رضا خان بریلوی کا کلام بالا ستیعاب پڑھا ہے۔ان کے کلام کا پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا احمد رضا خان کی بے پناہ وابستگیِ رسولِ عربی ہے۔ان کے کلام سے ان کے بے کراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔''

میلادِ مصطفیٰ عقیدت کے آئینے میں

عبدالمصطفیٰ بنام مشہور اعلیٰ حضرت نے میلاد مصطفیٰ ﷺ کو عشق ومحبت کے آئینے میں سوسو طرح سے جلوہ گر دیکھا ہے۔آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے نعت گوئی کو نئے نئے اسلوب عطا کیے اور شاعری کو غزل کی دنیا سے نکال کر نعت کے گلستان میں سدا بہار زینت بنادیا۔ بلا شبہ نبی کریم ﷺ کی بعثت ایسے غیر معمولی واقعے کی حیثیت رکھتی ہے کہ جس کی مثال گزشتہ صدیوں میں ملنا ناممکن ہے۔ ہر نبی اور پیغمبر اپنے اپنے دور نبوت میں حضرت محمد ﷺ کے لیے سراپا انتظار رہے اور پھر جوں جوں آپ کے ظہور کی صدیاں قریب آتی گئیں تو آپ کے وجود اقدس کے بارے میں بشارت کا سلسلہ دراز ہونے لگا۔

زیادہ تر متعصب یہودی نصرانی علما نے ظہور محمدی ﷺ کے سلسلے میں بشارت کو

چھپانے کی ناکام کوشش کی تھی۔(انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا) مگر سچائی سر چڑھ کر بولتی ہے۔نتیجہ یہ نکلا کہ بعض حق گو یہودی اور نصرانی علما نے تعصّبات کی گرد کا پردہ چاک کر کے اس بات کا اعلان ضروری سمجھا کہ مکے میں خاتم النبیین کے ظہور کی ساعتیں قریب آ رہی ہیں اور آپ ہی وہ نبی ہوں گے جن کا ذکر آسمانی کتابوں میں ہے۔اس سلسلے میں ایک یہودی عالم کی حق گوئی کا انداز دیکھیے:

ابو نعیم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، سے راوی ہیں:

میں سات برس کا تھا۔ایک دن پچھلی رات کو وہ سخت آواز آئی کہ ایسی جلد پہنچتی آواز میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔کیا دیکھتا ہوں کہ مدینے کے ایک بلند ٹیلے پر ایک یہودی ہاتھ میں آگ کا شعلہ لیے چیخ مار رہا ہے۔لوگ اس کی آواز پر جمع ہو گئے۔وہ بولا:

ھٰذا کوکب احمد قد طلع ھٰذا کوکب لا یطلع الا بالنبوہ و لم یبقی من الانبیاء الا احمد ۔ یہ احمد کے ستارے نے طلوع کیا، یہ ستارا کسی نبی کی پیدائش پر طلوع ہوتا ہے اور اب انبیا میں سوائے احمد کے کوئی باقی نہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

(ختم النبوۃ: از، مولانا احمد رضا خان بریلوی، ص ۲۰)

ان مبارک سعاتوں کے حوالے سے اعلیٰ حضرت یوں نعت مصطفیٰ میں مدحت سرا ہیں:

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا — نورِ اول کا جلوہ ہمارا نبی
جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس — ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی
قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی — چاند بدلی سے نکلا ہمارا نبی
کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے — پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی
لا مکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے — ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی
کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے — دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

زمانہ جس بشارت قدسیہ کے ظہور کا منتظر تھا وہ وجود محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب اشارہ کر رہی تھیں۔مولانا احمد رضا خان بریلوی کی کتاب ختم النبوۃ میں بشارت کا تذکرہ اہل ایمان کے لیے روحانی غذا کا باعث بنے گا۔

ابونعیم بطریق شہر بن کوشب اور ابن عساکر بطریق مسیب بن رازع وغیرہ حضرت کعب احبار سے راوی ہیں، انہوں نے فرمایا:

''میرے باپ اعلم علمائے تورات تھے۔ اللہ عزوجل نے جو کچھ موسیٰ علیہ السلام پر اتارا، اس کا علم ان کے برابر کسی کو نہ تھا۔ وہ اپنے علم سے کوئی شئے مجھ سے نہ چھپاتے۔ جب مرنے لگے، مجھے بلا کر کہا اے میرے بیٹے! تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے علم سے کوئی شئے تجھ سے نہ چھپائی مگر ہاں دو ورق روک رکھے ہیں۔ ان میں ایک نبی کا بیان ہے جس کی بعثت کا زمانہ قریب آپہنچا ہے۔ میں نے اس اندیشے سے تجھے ان دو ورقوں کی خبر نہ دی کہ شاید کوئی جھوٹا مدعی نکل کھڑا ہو اور تو اس کی پیروی کرے۔ یہ طاق تیرے سامنے ہے، میں نے اس میں دو ورق رکھ چھوڑے ہیں، اوپر سے مٹی لگا دی ہے، ابھی ان سے تعرض نہ کرنا، نہ انھیں دیکھنا۔ جب وہ نبی جلوہ فرما ہو، اگر اللہ تیرا بھلا چاہے گا تو تو آپ ہی اس کا پیرو ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ مر گئے۔ ہم ان کے دفن سے فارغ ہوئے۔ مجھے ان دو ورقوں کے دیکھنے کا شوق ہر چیز سے زیادہ تھا۔ میں نے طاق کھولا، ورق نکالے تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان میں لکھا ہے:

محمد رسول الله خاتم النبين لا نبی بعدهٗ مولدهٗ بمكة و مهاجرة بطيبة۔(ختم النبوۃ:ص۱۶)

اور پھر وہ مبارک ساعت آپہنچی جو دعاؤں کی قبولیت اور تمناؤں کے بار یاب ہونے کی ساعت تھی۔ جب رحمت خداوندی پوری شدت کے ساتھ برسنے کو تھی۔ وہ کیسا منظر تھا، کیسا سماں تھا، کیا سہانی صبح تھی، کیا کیف آور منظر جس کو اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی خدادادفنی مہارت سے قلم بند کیا ہے۔ اس کی جھلک ملاحظہ ہو:

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا نور کا

ماہ سنت مہر طلعت لے لے بدلا نور کا
بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارا نور کا
ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

اس طویل نعت مصطفیٰ میں جسے ''قصیدۂ نور'' بھی کہا جاتا ہے، مولانا احمد رضا خان نے اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے میلاد شریف کا جشن مناتے ہوئے آپ کے حسن و خوبصورتی کا بھی دل کھول کر تذکرہ کیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نور علیٰ نور ہیں اور اس نعتیہ قصیدہ کی ردیف ہی اس مظہر خداوندی کے انوار ظاہر کر رہی ہے جس کی پذیرائی کی خاطر یہ بزم دو عالم تخلیق ہوئی۔ یہ نعت مصطفیٰ یعنی قصیدۂ نور ایک لحاظ سے قد جآء کم من الله نور و کتاب مبین (سورۂ المائدہ: آیت ۱۵) کی نورانی تفسیر ہے۔ سراپائے مصطفوی کے حوالے سے چند اشعار پڑھیں اور اندازہ کریں کہ جس ہستی والا صفات کے میلاد کا جشن منایا جا رہا ہے، وہ کس قدر حسین، اجمل، اکمل اور پاکیزہ ہے:

پشت پر ڈھلکا سرانور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا
مصحف عارض پہ ہے خط شفیعہ نور کا
لوسیہ کا رو! مبارک ہو قبالہ نور کا
شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا
وضع واضع میں تری صورت ہے معنیٰ نور کا
یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا
ک گیسو ھٰ دہن یٰ ابرو آنکھیں ع ص
کھٰیٰعٓصٓ ان کا ہے چہرا نور کا
اے رضاؔ یہ احمد نوریؔ کا فیض نور ہے
ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

مولاے رحیم نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے دست قدرت سے وہ حسن عطا فرمایا کہ دونوں جہان کی عظمتیں آپ پر تصدق کی جائیں تو بھی کم ہے۔ رب العزت نے آپ کو بے مثل اور بے عیب بنایا، ہر قسم کے نقائص و عیوب سے مبرا حسن و کمال کا نمونہ بنایا۔ آپ کو صورت و سیرت ایسی عطا فرمائی کہ جو بھی آپ کے دامان رحمت سے وابستہ ہو گیا پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آپ ہی کا ہو کر رہ گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ اس قدر حسین و جمیل اور اس قدر جامع الخصائل تھے کہ جس نے آپ کی ایک جھلک دیکھ لی، اس نے دنیا بھر سے منھ پھیر کر آپ کے حلقہ تربیت میں جگہ پانے کو ہی سب سے بڑی سعادت خیال کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک اس قدر حسین و جمیل تھا کہ آپ کے بدترین دشمن بھی جب آپ سے ملتے تو بے اختیار پکار اٹھتے کہ اس قدر حسین و جمیل چہرے کا مالک جھوٹ نہیں بول سکتا لہٰذا آپ کو اہل مکہ (ظاہری اعلان نبوت) سے پہلے ہی الصادق، الامین کے لقب سے پکارتے تھے۔ آپ کا چہرہ، انوار الٰہی کا مظہر اور نور صداقت سے عبارت تھا۔ آپ کے جمال جہاں آرا کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کہتے ہیں:

خامہ قدرت کا حسن دست کاری واہ واہ
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ
صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے
ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ
نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ

اٹھتی ہے کس شان سے گرد سواری واہ واہ
انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

حضوریِ مدینہ طیبہ

ہر سچے نعت گو بلکہ ہر عاشق رسول کے نزدیک شہر رسول ﷺ کی الفت اور چاہت جزوِ ایمان اور باعثِ راحتِ جان ہے۔مولانا احمد رضا بریلوی بھی کوئے حبیب کی الفت میں شرابور ہیں ۔ان کے منظوم جذبات کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔صرف وہی اشعار درج کیے جارہے ہیں جن میں شہر رسول سے الفت ہے۔

نام مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیم خلد !
سوزش غم کو ہم نے بھی ایسی ہوا بتائی کیوں
حور جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے پردۂ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

....

چمن طیبہ ہے وہ باغ کہ مرغ سدرہ
برسوں چہکے ہے جہاں بلبل شیدا ہو کر

....

ان کی حرم کے خار کشیدہ ہیں کس لیے
آنکھوں میں آئیں سر پہ رہیں دل میں گھر کریں

....

چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو
حور بڑھ کر شکن ناز پہ وارے گیسو

....

جو تیرے در سے یار پھر تے ہیں
در بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں
پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

....

کاش آویزۂ قندیل مدینہ ہو وہ دل
جس کے سوزش نے کیا رشک چراغاں ہم کو
خوف ہے سمع خراشِ سگ طیبہ کا
ورنہ کیا یاد نہیں نالۂ افغاں ہم کو
خار صحرائے مدینہ نہ نکل جائے کہیں
وحشت دل نہ پھرا بے سروساماں ہم کو

....

اے خاک طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آکہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

....

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے
مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے
جیتے کیا دیکھ کے ہیں اے حورو !
طیبہ سے خلد میں آنے والے

....

پارۂ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضا

ان سگان کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ

میلاد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر چھڑے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول کریم ﷺ کے اوصاف حسنہ کا ذکر نہ چھڑے۔ حضور نبی کریم ﷺ سارے جہاں کے لیے رحمت ونعمت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

واما بنعمة ربك فحدث

اپنے رب کی نعمتوں کا دل کھول کر چرچا کرنا، رب العزت کے انعامات کا اعلان کرنا ہے۔ چرچا چھپ کر نہیں ہوتا، اعلانیہ ہوتا ہے۔ اکیلے اکیلے نہیں ہوتا بلکہ مجلس میں ہوتا ہے۔ چوں کہ حضور کی ذات والا صفات تمام انعامات الٰہی میں سرفہرست ہے جو رب نے اپنے بندوں پر فرمائی اس لیے میلاد مصطفیٰ ولادت مصطفیٰ ﷺ کا ذکر محافل میں، مجالس میں، منبر و محراب، ہر جگہ کرنا حقیقت میں حکم الٰہی کی تعمیل ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنی عقیدت کا اظہار کسی مصلحت کوشی کے بغیر کسی باطل سے دبنے کے بجائے اس قدر دھوم مچاتے ہیں کہ فرش سے لے کر عرش تک غلغلے بلند ہو جائیں:

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہوجائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

....

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے
رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

....

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں

ذکر آیات و لادت کیجیے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجیے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت وتوصیف صحابہ کرام جی بھر کر کرتے ہیں۔نعت گوئی کے سالار سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے یہ نعتیہ اشعار ہیں جوانہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں پڑھے اور داد پانے کے علاوہ چادر مصطفیٰ سے بھی نوازے گئے۔آپ نے بار گاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یوں نذرانہ عقیدت پیش فرمایا:

و احسن منك لم تر قط عيني
و اجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرا عن كل عيب
كانك قد خلقت كما تشاء

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی کاروان نعت کے معزز رکن ہیں،آپ یوں مدح سرائی فرماتے ہیں:

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا
لک بدر فی الوجہ الاجمل ،خط ہالہ مہ زلف ابر اجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

....

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

لہٰذا ”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“ کے مصداق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی خدا کے بعد کائنات بھر میں سب سے افضل واعلیٰ ہے۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی یوں فرماتے ہیں۔

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا

خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

حضرت مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری کا ذکر ہو اور سلام ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' کا ذکر نہ ہو، ممکن ہی نہیں ۔ یہ سلام بعثت نبی کریم ﷺ، آپ کے محاسن و خصائص کے پس منظر میں نہایت ہی ایمان افروز ہے۔ مقبولیت کے لحاظ سے اس سلام کا کوئی جواب نہیں۔ پاک، ہندو بنگلہ دیش بلکہ جہاں جہاں عاشقان مصطفی ﷺ رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ حرم نبوی اور منیٰ میں بھی میلاد کی محفلوں میں عاشقان مصطفیٰ خوب خوب پڑھتے جھومتے ہیں۔ ناچیز حج کی سعادت سے سرفراز ہو چکا ہے، وہاں بھی جا بجا حضور ﷺ کی بارگاہ میں سلام شوق پیش کرتے ہیں:

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
شہریار ارم تاجدار حرم
نوبہار شفاعت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام
رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام
جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کہ قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

اور

کعبے کے بدرالدجیٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود
شافع روز جزا تم پہ کروڑوں درود
دافع جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود
اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود
تم ہو جواد و کریم تم ہو رؤف ورحیم
بھیک ہو داتا عطا تم پہ کروڑوں درود
کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضاؔ تم پہ کروڑوں درود

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنی نعتوں میں قرآن اور احادیث مبارکہ کو بطور خاص ملحوظ نظر رکھا۔ آپ کی شاعری قرآن و احادیث کے حوالے سے عظمت و شان مصطفیٰ کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ایک لاکھ ۲۴ ہزار کم و بیش انبیاے کرام مختلف انسانی طبقات کی رہنمائی کے لیے آئے، ان میں آقاے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جتنی شرح و بسط کے ساتھ لکھا گیا، اتنا کسی اور کے لیے نہیں لکھا گیا۔ سیرت النبی میں ہمیں اتنی تفصیل ملتی ہے کہ پیدائش سے لے کر وصال تک آپ کی حیات طیبہ کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو عالم انسانیت کے لیے موجود نہ ہو۔ قرآن کریم کلام الٰہی خود نعت مصطفیٰ ہے، اس کی مقدس سورتیں اور مبارک آیتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات و فضائل کا منھ بولتا ثبوت ہیں۔ انسانوں سے آپ کی کیا مدحت سرائی ہوگی۔ ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''۔ اللہ ہم سب کو میلاد مصطفیٰ منانے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

●●

استاد اور علم کا ادب واحترام اور حافظ ملت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں علم کے ذکر کو سب سے پہلے فرمایا۔اس سے علم کی فضیلت واضح ہے۔رب العالمین نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تعلیم دی اور محبوب خدا نے علم حاصل کیا۔علم سیکھنے،سکھانے اور علم کی فضیلت پر قرآن مجید میں ۱۸۷ آیت کریمہ موجود ہیں اور احادیث کریمہ کے ذخیرے میں بھی بہت سی احادیث موجود ہیں۔احادیث کی کتابوں میں تو باقاعدہ علم کے باب (CHAPTER) موجود ہیں۔قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَالْعَزِیْزُالْحَكِیْمُ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۔ (سورۃ الجمعہ: آیت ۲ سے ۴)

ترجمہ: وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔اور ان سے (بعد والے) دوسرے لوگوں کو بھی یہ رسول پاک کرتے ہیں اور علم دیتے ہیں جو ان (موجودہ لوگوں) سے ابھی نہیں ملے اور وہی بہت عزت والا،بڑا حکمت والا ہے۔یہ اللہ کا فضل ہے وہ اسے چاہے دے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔(کنزالایمان)

اس آیت میں خاص طور پر یہ دولفظ دیکھیے:

وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ:

یعنی ان سے (بعد والے) دوسرے لوگوں کو رسول کریم پاک کرتے اور علم عطا فر ماتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا فیض صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک مو قوف نہیں بلکہ تا قیامت رہے گا۔لوگ آپ کی نگاہ کرم سے پاک وصاف ہوتے ہیں اور ہو تے رہیں گے،علم سیکھتے اور سکھاتے رہیں گے۔حضرت ابو موسیٰ وابو بردہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جس علم و ہدایت کے ساتھ بھیجا،اس کی مثال زبردست بارش کی سی ہے جو زمین پر سبزہ اور گھاس اگاتی ہے اور بعض زمین جو صاف ہوتی ہے وہ پانی کو پی لیتی ہے اور بہت بہت سبزہ اور گھاس اگاتی ہے،اور بعض زمین جو سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو فائدہ پہنچا تا ہے۔وہ اس سے سیراب ہوتے ہیں اور سیراب کرتے ہیں،اور کچھ زمین کے بعض خطوں پر پانی پڑتا ہے جو بالکل چٹیل میدان ہوتے ہیں۔نہ پانی روکتے ہیں اور نہ ہی سبزہ اگاتے ہیں۔تو یہ اس شخص کی مثال ہے جو دین میں سمجھ پیدا کرے اور نفع دے،اس کو وہ چیز جس کے ساتھ میں مبعوث کیا گیا ہوں۔اس نے علم دین سیکھا اور سکھایا اور اس شخص کی مثال جس نے سر نہیں اٹھایا (یعنی توجہ نہیں کی) اور جو ہدایت دے کر میں بھیجا گیا ہوں،اسے قبول نہیں کیا۔

(بخاری: باب / پڑھنے اور پڑھانے والے کی فضیلت کے بیان میں،حدیث نمبر ۷۹)

استاد اور کتاب کا احترام و حق:

طالب علم جس سے بھی کچھ سیکھے،اس کا احترام اس پر فرض ہے۔اگر سیکھنے والا،سکھانے والے کا احترام نہیں کرتا تو وہ علم ضائع ہو جاتا ہے۔جو علم،عمل سے بیگانہ ہو وہ علم ایک بے معنیٰ لفظ ہے۔علم کسی بھی نوعیت کا ہو،اس کا عطا کرنے والا بہر حال قابل عزت ہے۔استاد کے لیے جب تک ادب واحترام کا جذبہ دل کی گہرائیوں سے نہ ہو تب تک نہ علم کا گلزار مہکے گا اور نہ ہی علم فائدہ

دے گا اور نہ ہی طالب علم کے قلب ونظر کو علم نورانی بنائے گا۔ انسان کو کون بناتا ہے، میری مراد انسان کی تخلیق نہیں۔ انسان کو آدمیت کی طرف لے جانے والے فنکار کا نام'' معلم'' TEACHER ہے۔ اسی لیے اس کا کام دنیا کے تمام کاموں سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔

خموش، اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

معلم کائنات ﷺ نے خود کو معلم کہا۔ آپ کے شاگرد یعنی صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کا کتنا احترام کرتے تھے۔ دنیا کی تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ معزز دوستو! احترام استاد ایک عظیم جذبہ ہے۔ حضرت علی کرم اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جس شخص سے میں نے ایک لفظ بھی پڑھا میں اس کا غلام ہوں، چاہے وہ مجھے بیچ دے یا آزاد کردے۔''

خلیفہ وقت ہارون رشید نے اپنے وقت کے امام بزرگ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ وہ انھیں حدیث پڑھا دیا کریں۔ امام مالک نے فرمایا:

''علم کے پاس لوگ آتے ہیں، علم لوگوں کے پاس نہیں جایا کرتا۔ تم کچھ سیکھنا چاہتے ہو تو میرے حلقہ درس میں آسکتے ہو۔''

خلیفہ آیا اور حلقہ درس میں دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ عظیم معلم حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ڈانٹ پلائی اور فرمایا:

''خدا کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ بوڑھے مسلمان اور اہل علم کا احترام کیا جائے۔''

یہ سنتے ہی خلیفہ ہارون رشید شاگردانہ انداز میں کھڑا ہوگیا۔ اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں۔

احترام وادب:

کہتے ہیں: ''باادب بانصیب، بےادب بےنصیب''۔

ایک بار مشہور مجذوب بزرگ حضرت بہلول دانا رضی اللہ عنہ کسی نخلستان میں تشریف

رکھتے تھے۔ایک تاجر کا وہاں سے گزر ہوا،وہ آپ کے پاس آیا اور سلام کر کے باادب آپ کے سامنے دوزانوں بیٹھ گیا اور انتہائی ادب سے گزارش کی:''حضور! تجارت کا کون سا سامان خریدوں جس میں بہت نفع ہو''۔بہلول دانا نے فرمایا:''سیاہ (BLACK) کپڑا لے لو''۔تاجر نے شکریہ ادا کیا اور الٹے قدموں چلا گیا۔جا کر اس نے علاقے میں دستیاب تمام کالا کپڑا خرید لیا۔کچھ ہی دنوں بعد شہر کا بہت بڑا آدمی انتقال کر گیا،ماتمی لباس کے لیے سارا شہر سیاہ کپڑے کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔اب سیاہ کپڑا اس تاجر کے پاس ذخیرہ (STOCK) تھا۔اس نے منھ مانگے داموں کپڑا فروخت کیا اور اتنا نفع کمایا جتنا ساری زندگی نہ کمایا تھا اور بہت ہی امیر کبیر ہو گیا۔پھر کچھ عرصے بعد وہی تاجر گھوڑے پر سوار کہیں سے گزرا،حضرت بہلول دانا وہاں تشریف رکھتے تھے۔اس نے وہیں گھوڑے پر بیٹھ کر رعونت (غرور،گھمنڈ،اکڑ،ARROGANCE) سے پوچھا:''او دیوانے!اب کی بار کیا لوں''۔حضرت بہلول دانا نے فرمایا:''تربوز لے لو''۔وہ بھاگا بھاگا گیا اور ساری دولت سے پورے ملک سے تربوز خرید لیا۔ایک ہی ہفتے میں سب خراب ہو گئے اور وہ کوڑی کوڑی (پائی،پائی) کا محتاج ہو گیا۔اسی خستہ حالی میں گھومتے پھرتے اس کی ملاقات حضرت بہلول دانا سے ہو گئی۔اس نے کہا:''یہ آپ نے میرے ساتھ کیا کیا۔؟ حضرت بہلول دانا نے فرمایا:''میں نے نہیں،تیرے لہجوں اور الفاظوں نے یہ سب کیا۔جب تو نے ادب سے پوچھا تو مالا مال ہو گیا اور جب گستاخی کی تو کنگال ہو گیا۔

اسی کو کہتے ہیں:باادب بانصیب،بےادب بےنصیب''

حضور حافظ ملت اور استاد کا ادب:

جلالۃ العلم حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ہمیشہ انتہائی باادب دوزانوں بیٹھا کرتے۔اگر صدر الشریعہ ضرورتاً کمرے سے باہر تشریف لے جاتے تو طلبہ کھڑے ہو جاتے اور ان کے جانے کے بعد بیٹھ جاتے اور جب واپس تشریف لاتے تو دوبارہ کھڑے ہو جاتے لیکن حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ اس پورے وقفے

میں کھڑے ہی رہتے اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسند تدریس پر تشریف فرما ہونے کے بعد ہی بیٹھا کرتے۔

کتابوں کا ادب علم کا احترام:

آپ قیام گاہ پر ہوتے یا درس گاہ میں، کبھی کوئی کتاب لیٹ کر یا ٹیک لگا کر نہ پڑھتے، نہ پڑھاتے بلکہ تکیہ یا ڈیسک (DESK) پر رکھ کر پڑھاتے۔ قیام گاہ سے کبھی کوئی کتاب لے جانی ہوتی تو داہنے ہاتھ میں لے کر سینے سے لگا لیتے۔ کسی طالب علم کو دیکھتے کہ کتاب ہاتھ میں لٹکا کر چل رہا ہے تو فرماتے! کتاب سینے سے لگائی جائے گی تو سینے میں اترے گی اور جب کتاب کو سینے سے دور رکھا جائے گا تو کتاب بھی سینے سے دور رہوگی۔

یہ تھا استاد، علم اور کتاب کا ادب واحترام۔ اسی ادب کی بدولت تو آج دنیا آپ کو جلالۃ العلم کے نام سے بھی جانتی اور مانتی ہے۔ ایسے کئی واقعات ہیں، لکھنے سے مضمون طویل ہونے کا خدشہ ہے۔

طالب علم سے شفقت بھرا انداز:

چند سبق آموز باتیں علمائے کرام سے سنی ہوئی مطالعہ فرمائیں۔ حافظ وقاری حضرت مولانا مبین الھدیٰ نوری صاحب جمشید پور جو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے خاص شاگردوں میں تھے، نے اپنے زمانۂ طالب علمی کا ایک واقعہ کئی بار بتایا تقریروں میں سنایا۔

(مولانا کا وصال ۶؍ذی قعدہ ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۶؍اکتوبر ۲۰۰۹ کو ہوا)

حضرت مولانا مبین الھدیٰ نوری مبارک پور سے کلکتہ (اب بدلا ہوا نام ''کولکاتا'') تک سفر میں تھے۔ حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ جب ٹرین سے اترے تو آپ نے مولانا محترم سے پوچھا: آپ نے سفر میں کتنے پارے پڑھے؟ تو مولانا صاحب چپ رہے۔ حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میں نے پورا قرآن پڑھ لیا۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! یہ تھے حضور حافظ ملت۔ پھر آپ نے بہت شفقت ومحبت کے ساتھ تاکید فرمائی کی کہ سفر

حضر میں جب بھی موقع میسر آئے ،قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہا کریئے۔قرآن کی تلاوت بہت افضل عبادت ہے۔حضرت مولانا مبین الھدیٰ کہتے تھے کہ حضرت کی پیار بھری نصیحت کا اتنا اثر ہوا کہ تب سے میں سفر وحضر میں اکثر اوقات تلاوت کیا کرتا ہوں۔اور حقیقت ہے کہ مولانا موصوف کو اکثر میں نے تلاوت کرتے دیکھا ہے۔حضور حافظ ملت کی تعلیم کا یہ اثر ہی تھا کہ فراغت کے بعد سے مسلسل بلا ناغہ انتقال کے سال تک ۴۹ر محرابوں میں قرآن کریم تراویح میں سنایا۔آخری ۴۹ویں محراب سنانے میں بہت بیمار تھے۔ ستائیسویں شب ختم قرآن میں خوب رو رو کر دعا مانگی: یااللہ! مجھے توفیق دے کہ تا زندگی تراویح میں ختم قرآن کرتا رہوں۔ایسا نہ ہو کہ بغیر سنائے رہ جاؤں۔موصوف کی دعائیں اکثر قبول ہوا کرتی تھیں چنانچہ اسی سال ۶ر ذی قعدہ ۱۴۳۰ھ کو آپ کا وصال ہوگیا۔آپ کی تراویح کی ایک خاص بات یہ تھی کہ آپ سنت عثانی پر عمل پیرا ہو کر تراویح میں قرآن سناتے یعنی ہر رکعت میں ایک رکوع اور رمضان کی ستائیسویں شب کو پورا ختم قرآن ہوجاتا۔

دوسرا واقعہ مطالعہ فرمائیں، حضرت مولانا بدر عالم بدر القادری صاحب حال مقیم امیسٹرڈم ہالینڈ کی زبانی۔

مولانا بدر عالم صاحب فارغ ہونے کے بعد ناچیز راقم کے وطن قصبہ مورانواں ،ضلع اناؤ، یوپی میں مدرسہ ضیاء الاسلام ویتیم خانہ جو کہ تقریباً ۹۰ر سال سے زیادہ پرانا اور یوپی کے نامور مدرسہ ویتیم خانہ میں سے ہے، پڑھانے تشریف لے گئے۔آپ اکثر ہم لوگوں کو جمعہ کے دن بھی سبق پڑھاتے اور فرماتے کہ حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ ہم لوگوں کو جمعہ کے دن بھی سبق پڑھاتے تھے اور کہتے تھے کہ آیئے! تھوڑا سبق پڑھ لیجیے تاکہ علم کی برکت جاری رہے۔ناغہ ہونے سے برکت زائل ہوجاتی ہے۔یہ تھا حضور حافظ ملت کا شاگردوں کو تعلیم دینے کا طریقہ اب ایسے شفیق اور مشفق استاذ کہاں؟ اب تو اساتذہ گھڑی دیکھتے رہتے ہیں دور دور تک اندھیرا ہی دکھائی دیتا ہے۔

ایک اور سبق آموز واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔حضرت کے خاص تلامذہ میں حضرت مولانا سید رکن الدین اصدق مصباحی (پیر طریقت ،چمن پیر بیگھہ شریف، ضلع نالندہ، مہتمم مدرسہ

اصدقیہ مخدوم شرف، بہار شریف، نالندہ) نے کئی بار حضور حافظ ملت کے احتیاط اور تقویٰ کو تقریروں میں بیان کیا۔ آپ اپنے زمانہ طالب علمی کا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ہم اور کئی لوگ حضور حافظ ملت کے گھر میں بیٹھے تھے۔ ایک صاحب آئے، ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ تھا، بیٹھ گئے۔ مصافحہ کرتے وقت حضور حافظ ملت نے خیریت پوچھی اور دریافت فرمایا: کوئی کام ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ تھوڑی دیر بعد پھر آپ نے پوچھا: کوئی کام ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ ان کی لائی ہوئی مٹھائی حضور حافظ ملت نے گھر بھجوادی۔ کچھ ہی دیر میں آئے شخص نے اپنی ضرورت کو بیان کیا اور کہا کہ مقدمہ چل رہا ہے، اس کی کامیابی کے لیے تعویذ چاہیے۔ اتنا سنتے ہی حضور حافظ ملت نے فرمایا: میں نے آپ سے پہلے ہی پوچھا تھا کہ کوئی کام ہے۔ آپ نے کہا نہیں، خیر تشریف رکھیے۔ حضور حافظ ملت نے فوراً ان کی لائی ہوئی مٹھائی گھر سے منگوائی اور دیکھا کہ مٹھائی ویسے ہی ہے، استعمال نہیں ہوئی ہے۔ آپ نے الحمد للہ کہا۔ پھر آپ نے ان سے مقدمے کی تفصیل معلوم کی۔ ان کی بات سے یہ معلوم ہوا، وہ صاحب گھر بنا رہے ہیں اور پڑوسی راج مستری (جو کہ غریب ہے)۔ آپ ساری بات کو سمجھ گئے اور ان کو بہت پیار سے سمجھایا کہ پڑوسی کے بہت حقوق ہیں اور اگر وہ غریب ہے تو اس کا حق اور بڑھ جاتا ہے۔ آپ نے سمجھایا اور فرمایا کہ مقدمے میں جیت کے لیے مظلوم کی مدد کی جاتی ہے، اس کو تعویذ دیا جاتا ہے، اس کے لیے دعا کی جاتی ہے، آپ کو تعویذ کی ضرورت نہیں ہے اور مٹھائی کے ساتھ ان صاحب کو رخصت کر دیا۔ کچھ ہی دنوں بعد آپ کے سمجھانے کا یہ اثر ہوا کہ وہ صاحب اپنے ساتھ پڑوسی عبدالحلیم راج مستری جن سے ان کا مقدمہ چل رہا تھا، لے کر آئے اور حضور کی بارگاہ میں عرض کیا: حضور! ہم دونوں مقدمہ ختم کریں گے، آگے نہیں لڑیں گے۔ حضور حافظ ملت نے خوشی کا اظہار فرمایا اور اپنی جیب خاص سے ایک روپیہ نکال کر شیرینی منگائی اور فاتحہ دی اور بہت رقت آمیز دعائیں فریقین اور سب کے لیے فرمائیں اور فرمایا کہ مقدمہ بازی سے بچو، اپنے پیسے حرام میں نہ خرچ کرو۔ وغیرہ وغیرہ۔

ناچیز کو بھی اشرفیہ میں تعلیم حاصل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ زمانۂ طالب علمی میں قاضی عبدالسمیع اور اساتذہ کی بھی زبانی کئی اہم سبق آموز واقعات سنے ہوئے ہیں

جو کہ قلم بند ہونے چاہیے۔ ناچیز طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے نہیں کر پاتا۔ کاش! کوئی مجھ سے واقعات پوچھتا، میں بتا دیتا۔ وہ واقعات قلم بند ہو جاتے تو اچھا ہوتا۔ ان شاء اللہ اگر صحت اور حالات نے موقع دیا تو ایک کتابچہ تیار کرنے کا ارادہ ہے۔ حضور حافظ ملت کی زندگی کے واقعات ہمارے لیے اور خصوصیت سے طالب علموں کے لیے بہت کارآمد ہیں۔ طالب علموں کو توجہ خاص کی ضرورت ہے۔ حضور حافظ ملت وقت کی بہت قدر فرماتے اور انتہائی پابندی سے اپنے ہر کام کو انجام دیتے۔ ہم تمام لوگوں کو وقت کی اہمیت پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ناچیز کے مضمون ''وقت کی قدر کریں، تساہلی اور کاہلی سے دور رہیں''، ''وقت انمول ہے پیارے!'' ضرور مطالعہ فرمائیں۔ دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو حضور حافظ ملت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

●●●

حضور تاج الشریعہ کا تقویٰ اور تصلب فی الدین

رب ذوالجلال والاکرام کا فرمان عالی شان ہے:

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللہُ۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۳۱)

ترجمہ: تم میرے فرمابردار بن جاؤ اللہ تمھیں دوست رکھے گا۔

اس آیت کریمہ نے فیصلہ کر دیا کہ جو شخص اللہ سے محبت کا دعویٰ کرے تو رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرے۔ اس کے اعمال، افعال اور عقائد، فرمان نبوی ﷺ کے مطابق نہ ہوں، طریقہ نبوی پر کار بند نہ ہو تو وہ جھوٹا ہے۔ حدیث پاک میں ہے، رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے۔''

اسی لیے ارشاد نبوی ہے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھنے کے دعوے میں سچے ہو تو میری سنتوں پر عمل کرو، اس وقت تمھاری چاہت سے زیادہ اللہ تمھیں دے گا یعنی وہ خود تمھارا چاہنے والا ہو جائے گا۔ صوفیاے کرام فرماتے ہیں کہ تیرا چاہنا کوئی چیز نہیں، لطف (مزہ) اس وقت ہے کہ اللہ تجھے چاہنے لگ جائے۔

عالم اسلام کی عبقری شخصیت قاضی القضاۃ فی الہند، شہزادۂ حضور مفسر اعظم حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خان عرف جیلانی علیہ الرحمہ و جانشین حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان عرف مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ، حضور علامہ مفتی ازہری میاں بمعروف تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی اللہ کی بارگاہ میں مقبولیت کی یہ دلیل ہے کہ آپ کی نماز جنازہ میں بے شمار لوگ حاضر ہوئے۔ بیرون ملک و عالم اسلام کی عبقری (کارہاے نمایہ سرانجام دینے والا) شخصیتیں

تشریف لائیں اور ہندوستان کی ہر خانقاہ کے بزرگ، جید علما، مبلغ، مفکر، سجادہ نشین حضرات بھی شریک ہوئے۔ مارہرہ مطہرہ شریف، کچھو چھہ شریف، بدایوں شریف، امجھر شریف، بلگرام شریف، کالپی شریف، خانقاہ عالیہ چشتیہ معینیہ اجمیر معلیٰ شریف۔ وغیرہ وغیرہ۔ صدق دل سے سوچیں تو یہ آپ کی کرامت بھی کہی جاسکتی ہے کہ آپ نے اپنے وصال پر سبھی کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا۔ اللہ والوں کو من جانب اللہ مقبولیت ملتی ہے اور یہ مقبولیت ان کی ولایت و محبوبیت کی دلیل ہے۔

حضور تاج الشریعہ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا (اور پیر و مرشد) مفتی اعظم ہند سیدی مصطفیٰ رضا خاں کے علوم کے وارث و امین اور ان کے جانشین تھے۔ آپ صحیح معنوں میں نائب رسول اور وارث انبیا تھے۔ علم قرآن، علم حدیث، علم فقہ اور دیگر علوم وفنون میں تبحر اور کئی زبانوں کے ماہر تھے۔ عربی، فارسی اور انگریزی زبان لکھنے اور بولنے میں کافی دسترس رکھتے تھے۔ وہ علم شریعت اور علم طریقت کے سنگم تھے۔ اسی لیے شریعت پر چلنے والے بھی آپ کے شیدائی ہیں اور طریقت کو اپنانے والے بھی آپ کے فدائی ہیں۔ اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ پوری دنیا میں آپ کے مریدین کی تعداد لگ بھگ کروڑوں تک ہے۔ ۲۲/جولائی ۲۰۱۸ء کو بریلی شریف میں آپ کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے لاکھوں لاکھ مسلمانوں کا اکٹھا ہونا اور پوری دنیا میں آپ کے ایصال ثواب کے لیے مجالسِ دعا منعقد ہونا، آپ کے پیر طریقت، رہبر شریعت، ولیِ کامل اور قطب عالم ہونے کی دلیل ہے۔ آپ کی رحلت بلاشبہہ عالم اسلام کے لیے بہت بڑا سانحہ ہے۔ (بہر حال موت تو برحق ہے)۔ آپ کی وفات سے (ناچیز راقم) اور پورا عالم اسلام سوگ وار ہے اور رنج وغم میں ڈوبا ہوا ہے۔ ایسے ہی موقع کے لیے فرمایا گیا ہے: موت العالِمِ موت العالَم عالم کی موت ایک عالم (دنیا) کی موت ہے۔ یہ زبردست خلا ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ خلا کیسے اور کب پر ہوگا۔

حضور تاج الشریعہ کا تفقہ فی الدین:

علم فقہ میں حضور تاج الشریعہ کی جولانیاں دیکھنی ہوں تو آپ کے فتاویٰ ملاحظہ فرمائیں

،آپ کی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔مثلاً (۱) ٹائی کا مسئلہ (۲) آثار قیامت (۳) تین طلاقوں کا شرعی حکم مسئلہ۔وغیرہ وغیرہ۔ بلاشبہہ اللہ رب العزت کی عطا سے ہی یہ دولت آپ کو ملی تھی۔ تفقہ فی الدین ایک ایسا اثاثہ ہے کہ اس جو ہر کو ہر دل کی تجوری میں مقفل نہیں کیا جاتا اور نہ ہی اس کا رشتہ کسب وحصول کے تانے بانے سے جڑا ہے۔تفقہ فی الدین کا تعلق مشیت ایزدی سے وابستہ ہے۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنۡ یُّرِدِاللّٰهُ بِهٖ خَیۡرًا یُّفَقِّهۡهُ فِی الدِّیۡنِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے پر احسان اور بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے تفقہ فی ا لدین کے گوہر سے مالا مال فرماتا ہے۔

(بخاری شریف: حدیث نمبر ۷۱/ مسلم شریف: حدیث نمبر ۱۰۳۷)

آپ کی کتاب ''حضرت ابراہیم کے والد' تارخ یا آزر'' اور ٹائی کا مسئلہ اہل علم ضرور مطالعہ فرمائیں، تاج الشریعہ کے فقہی اور علمی استدلال آپ کو عش عش کرنے پر مجبور کردیں گے۔ مقالے میں ساری باتیں لکھنا مشکل ہے، اس کے لیے کتاب کی ضرورت ہے، اہل علم اس پر توجہ دیں، کاوش فرمائیں اور حضرت تاج الشریعہ کی بارگاہ میں خراج پیش فرمائیں۔

مورانواں، ضلع اناؤ، یوپی میں تاج الشریعہ کی آمد:

حضور تاج الشریعہ اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو سب سے پہلے ۱۹۷۹ء میں دیکھنے کا شرف حاصل ہوا، اور وہیں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بیعت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اس کے بعد متعدد بار ملاقات کا شرف ملتا رہا اور تقریباً ہر جگہ حضور تاج الشریعہ سے بھی ملاقات ہوتی رہی۔ دوران طالب علمی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں ۲ / ملاقاتیں ہوئیں پھر بریلی شریف میں کئی بار اور پھر شہر آہن جمشید پور میں ۳/ ملاقاتیں تاریخی کانفرنس'' کنز الایمان کانفرنس'' میں ہوئیں۔ کنز الایمان کانفرنس حضرت مولانا مبین الھدیٰ صاحب نے کرائی تھی۔ ناچیز راقم بھی اس میں پیش پیش تھا۔ حضور تاج الشریعہ سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع میسر ہوا۔ ۳/ کرامتیں بھی میں نے دیکھیں (ان شاء اللہ بشرط حیات وصحت وعافیت اس

پر کتاب لکھنے کا ارادہ ہے، اللہ کامیاب فرمائے آمین)۔تقریباً ہر سال ایک یا دوبار بریلی شریف کی حاضری ہورہی ہے اور ہمیشہ تاج الشریعہ کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل رہا۔ کئی واقعات قلم بند کرنے سے تعلق رکھتے ہیں۔تاج الشریعہ کے تفقہ فی الدین کا ایک دل چسپ واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

راقم کا آبائی وطن قصبہ مورانواں، ضلع اناؤ، یوپی ہے جہاں قدیم تاریخی مدرسہ ضیاء لاسلام ویتیم خانہ قائم ہے جوکہ تقریباً ۹۰ رسالوں سے چل رہا ہے۔واضح رہے کہ مدرسہ ویتیم خانہ یہ ضلع اناؤ تو کیا یوپی کے نامی گرامی بلکہ ہندوستان کے پرانے مدرسوں ویتیم خانوں میں سے ایک ہے۔الحمدللہ! آج بھی شان وشوکت سے چل رہا ہے۔جس کی بنیاد حاجی عبدالوحید رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی، چلایا پھر آپ کے بعد ان کے قریبی رشتے دار کوتوال صاحب نے چلایا۔ان کے بعد آج ملک کے مشہور عالم دین ومفتی کانپور اور مدرس احسن المدارس کانپور محمد حنیف کے نانا حضرت مولوی دلاور حسین صاحب نے تقریباً ۳۰ رسال چلایا۔انتہائی نیک، شریف، پابند صوم وصلاۃ، بہت ایمان دار، چہرہ نورانی، چمکتا دمکتا ہوا، بہترین مشفق استاد، پیار سے پڑھاتے۔ناچیز کا املا درست کرانے میں آپ کی محبت بھری کاوش شامل ہے۔۴۵ر سال گزر جانے کے بعد بھی ان کے میٹھے بول، مشفقانہ تنبیہ اور پاکیزہ تعلیم وتربیت کی یادیں بالکل تازہ ہیں۔پابندی نماز کا اثر انھیں کی محبت بھری نصیحت وکاوش کا نتیجہ ہے۔اب ایسے نیک اور طالب علم کے خیر خواہ استاد کہاں؟ دور دور تک دھندلا دکھائی دیتا ہے۔الاماشاء اللہ۔حضرت مولانا بدر عالم بدر القادری حال مقیم ایمسٹرڈم ہالینڈ جو دارالعلوم ضیاء الاسلام ویتیم خانہ میں مدرس رہ چکے ہیں، آپ نے اشرفیہ کے شمارے میں لکھا ہے کی مولوی دلاور حسین کے جنازے میں اتنی بھیڑ تھی کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔اطراف کے سارے گاؤں کے لوگ جنازے میں شامل ہوئے تھے(جب کہ وہ موبائل کا زمانہ نہیں تھا)۔یہ ان کی مقبولیت کی دلیل تھی۔قرآن کریم میں ہے:

وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا۔ان کا باپ صالح نیک شخص تھا، جسکی نیکی کی برکت سے اللہ نے ان کی اولاد کی مدد فرمائی۔باپ کی نیکی کا بدلہ اولاد کو بھی دیا جاتا ہے۔اللہ کا کرم ہی ہے کہ

آج حضرت مولانا مفتی محمد حنیف القادری مفتی کانپور سلمہٗ کو اللہ نے نوازا ہے۔ پورے ملک میں اہل سنت و جماعت، دین حق کی اشاعت و تبلیغ میں لگے ہیں۔ بات کچھ آگے چلی گئی، پر یہ بھی ضروری تھا۔

حضور تاج الشریعہ کی مورانواں تشریف آوری:

مدرسہ ضیاء الاسلام و یتیم خانہ کی جدید بلڈنگ ’’دارالعلوم ضیاء الاسلام‘‘ کی سنگ بنیاد رکھنے کے لیے حضور شہزادہ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ مورانواں تشریف لائے تو ایک عجیب واقعہ پیش آ گیا۔ ہوا یوں کہ حضرت کو لانے میں رئیس ہندوستان، ہندوستان ٹرانسپورٹ کے مالک جناب محمد رفیق خاں اور ان کے خسر محترم جناب حاجی معظم خاں، اور مولانا ڈاکٹر محمد قاسم خان، حضرت مولانا برکت اللہ نانپاروی اور حضور مفتی رجب علی نانپاروی کا ہاتھ تھا۔ جمعہ کا دن تھا۔ حاجی معظم خاں حضور مفتی اعظم ہند کو اپنے گھر تحصیل پوروہ لے جانا چاہ رہے تھے۔ دیہات میں جمعہ کا مسئلہ چھیڑ کر فائدہ اٹھانا چاہ رہے تھے۔ سرکار حضور مفتی اعظم نے فرمایا میں جہاں جس کام کے لیے آیا ہوں وہیں لے چلو۔ چنانچہ آپ مورانواں تشریف لائے۔ مورانواں میں جمعہ زمانہ قدیم سے قائم تھا، جمعہ کی نماز ہوتی تھی۔ آپ نے جمعہ پڑھا پھر آپ نے شریعت مطہرہ کا مسئلہ بتایا کہ یہاں جمعہ قائم ہے تو جمعہ کی نماز ہوتی رہے گی لیکن آپ حضرات ظہر کی نماز بھی با جماعت ادا کریں چنانچہ ظہر کی نماز بھی با جماعت ادا کی گئی اور یہ سلسلہ تقریباً ۳؍سال تک چلا۔ دیوبندیوں، جماعت اسلامی والوں نے ہنگامہ برپا کر دیا۔ بعد جمعہ ’’دارالعلوم ضیاء الاسلام‘‘ کی جدید بلڈنگ کی بنیاد ۸؍شوال المکرم ۱۳۹۴ھ بمطابق ۲۵؍اکتوبر ۱۹۷۴ء جمعے کے دن حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اور حضور تاج الشریعہ و دیگر علمائے کرام کے مقدس دست مبارک سے رکھی گئی۔ واضح رہے سنگ بنیاد رکھنے والے دن ہی، رات بعد نماز عشا جلسہ تھا، پورے اطراف کے گاؤں کے لوگ حتیٰ کہ شہر سے بھی لوگ آئے تھے۔ ناچیز نے مورانواں میں اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت مولانا ڈاکٹر محمد قاسم خان مصباحی نے تلاوت قرآن کریم سے جلسے کا آغاز کیا پھر حضرت مولانا برکت اللہ نانپاروی

(جو مدرسہ ضیاء الاسلام ویتیم خانہ کے مدرس تھے) نے جمعہ کی جماعت کے مسائل بتائے۔ پھر حضور مفتی رجب علی نانپاروی نے بیان فرمایا۔ اس کے بعد بحکم حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے حضور ازہری میاں قبلہ نے براہین و دلائل سے جمعہ قائم ہونے کے مسائل بیان فرمائے۔ (کاش وہ تقریر ریکارڈ ہوتی تو کیا بات ہوتی)۔ پورا مجمع پرسکون انداز میں حضور تاج الشریعہ کا بیان سن رہا تھا۔ بیچ میں ناچیز اور مولوی محمد وارث عرف منیم مولی صاحب نعرۂ تکبیر کی صدا لگاتے تو پورا مجمع بھی لگا تا اور پورا قصبہ دہل جاتا۔ صبح پورے اطراف کے برادران وطن (ہندو) آئے، حضرت کی زیارت کی، مشہور کروڑ پتی ہندو ''چندن سنار'' بھی آیا اور حضور مفتی اعظم ہند کی زیارت کی۔ بعد میں معلوم ہوا حضرت جانے کے بعد اس نے اسلام قبول کرنے کا اظہار کیا تھا مگر وہ کیوں نہ ہوا، معلوم نہ ہوا۔ یہ بات ہمیں مراد علی صاحب عرف مرادی بڑے ابّا نے بتائی تھی۔ حضور تاج الشریعہ کے کیا کہنے، میرے جیسا کم علم آدمی بھی لکھے تو کم از کم سوپیج کی کتاب لکھ دے، ان شاء اللہ! افسوس وسائل کی کمی، صحت کی گڑ بڑی آڑے آتی ہے، جو کچھ لکھا اللہ قبول کرلے بڑی سرکار کی بات ہی نرالی ہے۔

حضور تاج الشریعہ کا تصلب فی الدین:

تصلب فی الدین اوصاف حمیدہ میں سے ہے۔ یہ وہ عظیم وصف ہے جو مرد مومن کو بہت سے درجات و مناصب جلیلہ تک پہنچا دیتا ہے اور یہ معراج کمال اسے اللہ و رسول ﷺ کی محبوبیت تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ۔

(سورہ حم سجدہ: آیت نمبر ۳۰)

ترجمہ: بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمھیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

(کنزالایمان)

حدیث پاک میں ہے:

من أحب للہ وَ ابغض للہ وَاعطی لِلّٰہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان

(مشکوۃ شریف: حدیث نمبر ۳۰)

ترجمہ: جس نے اللہ کے لیے محبت کی، اللہ کے لیے بغض رکھا، اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے منع کیا تو اس نے ایمان کامل کرلیا۔

تصلب عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنیٰ ہیں سخت، محکم اور مضبوط ہونا۔ یہ صُلْب سے مشتق ہے۔ صُلْب ریڑھ کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں وہ مادہ اور نطفہ جس سے انسان کی تخلیق ہے، اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ۔ (سورۂ طارق: آیت نمبر ۷)

ترجمہ: وہ ریڑھ اور سینے کی پسلیوں کے بیچ سے نکلتا ہے۔

اور ہڈی چوں کہ ایک سخت چیز ہے، خاص کر ریڑھ کی ہڈی لہٰذا تصلب کے معنیٰ اسی مناسبت سے سختی، شدت، مضبوطی اور استحکام کے ہیں۔

تصلب فی الدین کا مطلب:

دین میں تصلب کا مفہوم ہے: سختی اور مضبوطی کے ساتھ تاعمر اپنے دین پر قائم رہنا، اپنے دین کے علاوہ تمام ادیان کو غلط اور باطل اور خلاف حق جاننا اور اپنے قول وفعل سے یہی ظاہر کرنا اور ہر وہ نظریہ وعقیدہ جو دین اسلام کے خلاف ہو، اس سے کنارہ کشی اور دوری اختیار کرنا، دین اسلام کے احکام پر مضبوطی سے قائم رہنا۔ دین اسلام کی ترقی اور خوش حالی دیکھ کر خوش ہونا، اس کی تنزلی اور بربادی دیکھ کر غمگین اور رنجیدہ ہونا۔ دین یہی ہے، تصلب فی الدین یہی ہے۔ اسی کو حضور تاج الشریعہ نے اپنایا، ان کے جد امجد حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ یوں فرماتے ہیں:

دہن میں زباں تمہارے لیے، بدن میں ہے جاں تمہارے لیے ☆ ہم آئے یہاں تمہارے لیے، اُٹھیں بھی وہاں تمہارے لیے

اللہ کے جتنے بھی مقدس و برگزیدہ بندے ہیں خواہ خلفاے راشدین کی جماعت ہو یا صحابہ کرام، تابعین کی جماعت ہو یا صالحین کی یا ربانی علما کی جماعت ہو یا اقطاب واغواث اور اولیاے عارفین کی، سبھی تصلب فی الدین کے وصف جمیل سے متصف اور آراستہ رہے ہیں۔ دین کے دشمنوں اور بدمذہبوں نے جب بھی دین اسلام میں قطع برید کرنے اور مسلمانوں کے عقیدے پر شب خون مارنے کی ناپاک کوشش کی تو مردان حق نے بغیر کسی پس وپیش کے مومنانہ فراست اور مجاہدانہ ہمت کے ساتھ خود میدان عمل میں کود کر دین اسلام کی حفاظت فرمائی ہے۔ سرزمین بریلی شریف میں خانوادۂ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں، آپ ہمیشہ اس کام میں پیش پیش رہے ہیں۔ حضور مفسر اعظم حضرت مولانا ابراہیم رضا خان جیلانی میاں ہوں، حضور حجۃ الاسلام ہوں یا حضور ریحان ملت ہوں، ہر ایک کی شخصیت تصلب فی الدین کا مظہر رہی ہے۔ ایمرجنسی کے دور میں نس بندی کے خلاف فتویٰ دینا: ''نس بندی حرام حرام حرام ہے'' کس کی جراءت تھی؟ میرے پیر ومرشد حضور مفتی اعظم ہند نے یہ تاریخی فتوی دیا تھا۔ (نوٹ: اس بابت ناچیز کا مضمون '' قانون الٰہی نہیں بدلتا حکومتیں بدل جاتی ہیں'' نیٹ میں ہے، سرچ کریں، ضرور پڑھیں) یا حضور تاج الشریعہ ہوں۔ ہر زمانے میں نئے نئے فتنوں نے جنم لیا لیکن ان اللہ کے بندوں نے ان کا منھ توڑ جواب دیا اور اللہ کی مخلوق کی رہنمائی فرمائی۔ اس کی سیکڑوں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ اعلاے کلمۃ الحق وتصلب فی الدین کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

۱۹۴۵ء کی بات ہے، حضور مفتی اعظم ہند حج وزیارت کے لیے حرمین شریفین حاضر ہوئے، ادھر نجدی حکومت نے پوری دنیا سے آئے ہوئے لاکھوں حجاج کرام پر حج وزیارت کا ٹیکس (Tax) لگا دیا۔ زرخرید نجدی علما نے جواز کا فتویٰ دے دیا۔ ظلم وجبر واستبداد کو مدنظر رکھتے ہوئے، علماے حرمین شریفین رخصت پر عمل کر کے خاموش رہے لیکن مجدد اعظم امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے صاحب زادے حضور مفتی اعظم ہند سے خاموش نہ رہا گیا، آپ کی غیرت ایمانی بھڑک اٹھی چنانچہ اعلاے کلمۃ الحق کے لیے آپ نے فوراً قلم اٹھایا اور میدان عمل میں آ گئے اور آپ نے دارالافتاء کی چہار دیواری کے اندر نہیں بلکہ ظالموں کے ملک میں

بیٹھ کر اس کے خلاف فتویٰ صادر فرمایا اور دنیا کو بتایا کہ تصلب فی الدین کیا ہے؟ نجدی حکومت لرز گئی اور ٹیکس کی واپسی کا اعلان کر دیا۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حضرت کے فتویٰ کو علمائے حرمین شریفین نے مطالعہ فرمایا اور متفقہ طور پر فرمایا: ان ھٰذا الالعام مفتی اعظم۔ حضور مفتی اعظم ہند کے تصلب فی الدین کو امام وقت، شیخ الہند والحرم تسلیم فرمایا اور بطور تبرک قرآن وحدیث وفقہ کی سلاسل کی اجازتیں لیں اور اپنے آپ کو مفتی اعظم کے زمرۂ تلامذہ میں داخل کرنے پر فخر فرمایا۔ کلمۂ حق کے اظہار اور خلاف شرع باتوں کے ردّ بلیغ کرنے میں کسی سے ڈرنا اور دبنا، یہ اعلیٰ حضرت کے خانوادے کی فطرت کے خلاف رہا ہے اور آگے بھی رہے گا (ان شاء اللہ تعالیٰ) اسی لیے حضور تاج الشریعہ نے بھی ہمیشہ اٹھنے والے نئے نئے فتنوں کا منھ توڑ جواب دیا۔ تصویر کا مسئلہ ہو یا ٹی وی کا یا ٹائی کا، وغیرہ وغیرہ، آپ نے نہ صرف فتویٰ صادر فرمایا بلکہ کتابیں بھی تصنیف فرما کر اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ بھی انجام دیا۔ ٹی وی کے جواز کے سلسلے میں حضور تاج الشریعہ کے پاس لوگ گئے اور بار بار تاویلیں پیش کیں کہ موجودہ زمانے میں ٹی وی کے ذریعے اشاعت اسلام کا کام ہوگا۔ آپ نے کہا: استغفر اللہ! استغفر اللہ! آپ نے فرمایا آج پوری دنیا میں مذہب اسلام کے ماننے والوں کی تعداد ہر مذہب کے پیروکاروں سے زیادہ ہے۔ یہ سب صرف چودہ سو سالوں میں ہوا ہے۔ مذہب اسلام حق اور سچا ہے، خود بخود پھلتا پھولتا رہے گا، ٹی وی کا محتاج رہا ہے، نہ رہے گا۔

قرآن کریم میں جگہ جگہ تصلب فی الدین کی تعلیم دی گئی ہے۔ صرف چند آیات کریمہ کے تراجم ملاحظہ فرمائیں:

(۱) سورۂ فاتحہ جو قرآن مجید کی سب سے معظم سورہ ہے، پورے قرآن کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو دعا تعلیم فرمائی ہے، ظاہر ہے کہ وہ دعاؤں میں سب سے افضل دعا ہوگی۔ اس میں فرمایا جاتا ہے:

اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا، نہ ان کا جن پر تو نے غضب کیا۔ نہ بہکے ہوؤں کا (سورۂ فاتحہ: آیت ۶۔۷)

ان کلمات میں واضح طور پر مخصوص ومحبوب بندوں کے پیچھے چلنے کی تلقین کی گئی ہے، وہیں جن سے اللہ ناراض ہے اور جن پر اس کا غضب (عذاب) نازل ہوا، ان سے نفرت و بیزاری و دوری اور علاحدگی کا سبق دیا گیا ہے اور یہ دونوں باتیں ہی دین میں تصلب کا دوسرا نام ہے۔ جس میں یہ جتنی زیادہ ہوں گی اتنا ہی زیادہ متصلب ہوگا۔ جس کو اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے جتنی زیادہ محبت ہوگی اس کو اس کے دشمنوں سے اتنی ہی زیادہ نفرت ہوگی اور جس کو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے جتنی زیادہ نفرت ہوگی اس کو اتنی ہی زیادہ اللہ کے محبوب بندوں سے محبت ہوگی۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جس کو اللہ و رسول کے دشمنوں سے نفرت نہ ہو، اس کو اللہ اور اس کے دوستوں کی محبت نصیب ہو جائے۔

(۲) ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں کوئی ان سے دوستی رکھے گا وہ انہیں میں سے ہے۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۵۱)

(۳) (سورہ مائدہ: آیت ۸۱)

(۴) ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی ہے۔ اگرچہ وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی یا کنبے والے ہوں۔ (۴) (سورۂ مجادلہ: آیت ۲۷)

اور مطالعہ فرمائیں: سورۂ ممتحنہ: آیت ۱، ۲، ۱۳۔ سورۂ نساء: آیت ۱۴۔ سورۂ مائدہ: آیت ۵۷۔ سورۂ بقرہ: آیت ۲۰۸۔ سورۂ فتح: آیت ۲۹۔

قرآن کریم کا مطالعہ فرمائیں، احادیث طیبہ پڑھیں، تصلب فی الدین ہی ایمان کی جڑ ہے۔ مسلمان ہو کر دوسرے مذاہب کے احکام اور ان کی شریعتوں کی پاسداری اور مراعات مسلمانوں کے لیے قطعاً روا نہیں ہے اور اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

صحابہ کرام، بزرگان دین کے دینی تصلب میں قائم رہنے کے بے شمار واقعات تاریخ میں موجود ہیں۔

ام المومنین ام حبیبہ کا دینی تصلب:

ہجرت نبوی کے ساتویں سال قریش مکہ صلح حدیبیہ کے معاہدے کو توڑنے پر شرمندہ ہوئے۔ نبی رحمت ﷺ نے مکہ معظّمہ پر حملے کی تیاری کا حکم دیا تو گھبرائے ہوئے قریش مکہ نے اپنے سرداروں میں سے ابو سفیان کو تجدید (نئے سرے سے معاہدہ کرنے کے لیے) Renewal of the Agreement کرنے کے لیے حضور ﷺ کے پاس بھیجا۔ مسلمانوں کے خلاف بہت سی لڑائیوں میں پیش پیش رہنے والے ابوسفیان مدینے آئے۔ کاشانۂ نبوت میں اپنی بیٹی ام المومنین ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا) کے حجرے میں داخل ہو گئے۔ ان کی بیٹی اسلام لے آئی تھیں اور رسول اللہ نے ان سے نکاح فرما لیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کے بستر مبارک پر ابوسفیان نے بیٹھنے کا ارادہ کیا تو ام المومنین نے بستر کو سمیٹ دیا اور اپنے باپ ابوسفیان کو جو ابھی کافر و مشرک تھے، بستر رسول پر بیٹھنے نہیں دیا۔ باپ نے بیٹی سے کہا: اس بستر کو میرے شایان شان نہیں سمجھا؟ مجھ کو اس بستر کے قابل نہیں سمجھا؟ تو ام المومنین ام حبیبہ کا ایمان بھرا عشق مصطفی اور دینی تصلب میں ڈوبا ہوا جواب ملاحظہ فرمائیں: ''یہ رسول کریم ﷺ کا بستر ہے۔ تم مشرک ہو۔ نجس، ناپاک ہو۔ میں یہ پسند نہیں کرتی کہ تم رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھو''۔

(تاریخ ابن جریر طبری: مترجم، ج ا، ص ۴۰۴
/ سیرۃ النبی/ مدارج النبوۃ۔ وغیرہ وغیرہ)

محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر اولاد سے پیارا

مشرکین مکہ نے رسول کریم ﷺ کو اتحاد و اتفاق کی دعوت (Offer) دی اور یہ کہا کہ ایک سال تم ہمارے معبودوں کو پوجو اور ایک سال ہم تمہارے معبود کو پوجیں گے۔ اس پر اللہ

رب العزت نے قرآن میں سورۂ کافرون نازل فرمائی اور اس پیش کش کو سختی کے ساتھ ٹھکرادیا۔ہم مسلمان یہ سوچ کر کہ سب مذہب حق ہے۔اگر سب کو حق سمجھ لیں تو کیا ضروری ہے کہ پھر مسلمان رہیں؟اور ہم سنی اس لیے نہیں ہیں کہ سب فرقے سچے اور ناجی ہیں۔اگر سب کو ناجی اور جنتی خیال کرتے تو سنی ہونے کو ضروری کیوں خیال کرتے؟حضور تاج الشریعہ یا خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے بزرگوں کی زندگی کا مطالعہ فرمائیں تو حق اور سچ کی پہچان ہوگی۔ ہمارے آقاؤں نے اور مارہرہ مقدسہ، کچھوچھہ مقدسہ نیز دیگر خانقاہوں کے مشائخ نے حق اور سچ کی تعلیم دی، اسی میں فلاح وبھلائی ہے۔کچھ لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ عالم اسلام کی عظیم دینی متصلب شخصیت کا دینی کردار اور اسلامی انداز اور مذہبی طریقہ سامنے آجائے، ہم سب اسی پر عمل کریں، اللہ نجات عطا فرمائے گا۔اللہ ہمیں سچا پکا مسلمان بنائے۔(آمین ثم آمین)

●●●

رضا کارِ رضا خوشترؔ جمال پوری کی نعتیہ بخشیں

نعت کا لفظ بھی نعت کے ہی معروف معنی میں سب سے پہلے نعتیہ فکر کے ساتھ رسول پاک کی زبان مبارک سے ادا ہوا ہے۔ اس سے متعلق ایک طویل حدیث مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے:

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی کا لڑکا بیمار ہو گیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ نبی کریم اس کی عیادت کے لیے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ اس کے سرہانے اس کے باپ کو تورات کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اے یہودی! میں تجھے اُس خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ پر توریت نازل فرمائی، کیا توریت میں ''میری نعت'' میری صفت اور میرے مخرج (ولادت، ہجرت، مدفن) کا تذکرہ پاتا ہے؟ اس نے انکار کیا تو لڑکا بول اٹھا، خدا کی قسم! میں توریت میں ''آپ کی نعت'' آپ کی صفت اور آپ کے مخرج کا تذکرہ پاتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔''

(مشکوٰۃ شریف، شیخ ولی الدین محمد ابن عبداللہ)

اِس حدیث میں رسول پاک کے سوال کے الفاظ ہیں:

ھل تجد فی التوراۃ نعتی و صفتی و مخرجی۔

اور جواب میں بھی اسی ترتیب سے الفاظ ہیں:

انا نجدلك فی التوراة نعتك وصفتك ومخرجك۔

اور حسن اتفاق ہے کہ نعت میں بھی ولادت رسول، ہجرت، مدفن ومسکن اور معجزات وغیرہ کا تذکرہ ہوتا ہے گویا ''صفت'' بھی ''نعت کا ہم معنی ہوا مگر ''نعت'' اب عام نہیں خاص ہے اور خاص ایک فنی اصطلاح۔

خلاصہ یہ کہ عربی زبان جس میں ادب اور نعت گوئی کی ابتدا ہوئی اور صالح ادب کا سلسلہ جہاں سے شروع ہوا، اس کا مصدر ومرجع پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک حدیث ہے۔ جب کہ عہد رسالت سے پہلے نعت بمعنی تعریف وتوصیف کے لیے عربی ادیبوں اور شاعروں نے ''مدح'' کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن ہر کس وناکس کے لیے استعمال کرنے کی وجہ سے اس کی معنویت بھی ختم ہوگئی تھی۔ اب اسے قرآن کا معجزہ کہیے کہ ''حمد'' صرف اللہ تعالیٰ کی تعریف وتوصیف سے متعلق نظم ونثر کے لیے بطورِ اصطلاح استعمال ہوتا ہے اور پیغمبر اسلام کا معجزہ کہیے کہ نعت بمعنی تعریف وتوصیف رسول پاک کی زبان مبارک سے معروف نعت کے لیے استعمال ہونے کی وجہ سے صرف اسی تحریر وتقریر اور نظم کے لیے بطورِ اصطلاح بولا جاتا ہے جو صرف رسول پاک کی ذات وصفات اور کمالات ومعجزات کا مظہر ہو جسے آج ایک مستقل صنف ادب اور صنف شعر وسخن کا امتیازی درجہ حاصل ہو چکا ہے اور نعت وحمد کے دونوں الفاظ اب اپنی پاکیزگی کا اعتراف واظہار کرانے کے لیے ہمارے محتاج نہیں۔

تفصیل کا یہ مقام نہیں ورنہ ہم عہد رسالت سے پہلے عام اور ہر کس وناکس کے لیے نعت اور حمد کے الفاظ استعمال کرنے والے چند عربی شاعروں اور عہد رسالت وخلفاے راشدین میں حمد ونعت کو پاکیزہ تصور کے ساتھ خوش عقیدگی کے تحت کارِ ثواب اور عزت وعظمت حاصل کرنے کے لیے استعمال کرنے والے صحابہ وصحابیات کی پاکیزہ جماعت کے نام بھی لکھتے ،لیکن ممدوح گرامی بخششوں والے شاعر ہندی مفتی محمد ابراہیم رضوی خوشتر جمال پوری کے حوالے سے علامہ شمس بریلوی نے اپنے طویل اور معلوماتی مقدمے میں ان حضرات کے بعد دورِ حاضر تک کے مدحت گرانِ پیغمبر اسلام اور نعت گویانِ رسولِ مقبول کی فہرست پیش کردی ہے، اس لیے آمدم برسر مطلب۔

دراصل پیغمبر اسلام حضرت نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم چوں کہ پوری انسانیت اور تمام انسانوں کے لیے رحمت اور محسن ہیں اس لیے فطری اعتبار سے جب غیر مسلم انسانوں کے اندر کی انسانیت بھی اپنی فطرت کی ہواؤں سے آشنا ہوتی ہے تو نعتیہ کلام صادر ہونے لگتے ہیں اور کنور مہندر سنگھ بیدی سحر کی فطرت آواز دیتی ہے کہ

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمد پہ اجارہ تو نہیں

اور نعت خوانی و نعت گوئی ایسی امتیازی خوبی ہے کہ تمام نعت گو یاں اپنی قسمت و یاوری پر فخریہ اشعار بھی کہتے ہیں جیسے اردو نعتیہ اقلیم کے بادشاہ حسان ہند اعلیٰ حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے کیا خوب فرمایا ہے۔

رضاؔ یہ نعت نبی نے بلندیاں بخشیں
لقب زمیں فلک کا ہوا سماے فلک

اور تمام شاعروں کی اپنی اپنی منفرد خواہش بھی لاجواب ہوتی ہے جس پر ''صدقے جاواں'' کے پھول نچھاور کرنے کو جی چاہتا ہے جیسے ''زادِ راہ بخشش'' کے شاعر جناب خوشتر جمال پوری نے کہا ہے کہ

لوگ کہتے ہیں مجھے، میں صاحب دیوان ہوں
ہاں میں شاعر ہوں مگر خاک درِ حسان ہوں

اِس فخریہ اظہارِ حق بجانب کا شجرہ بھی عہد رسالت کے معروف و مقبول نعت گو یانِ پیغمبر کے شجرۂ حسن عقیدت سے ملتا ہے اور ان کی نعتیہ شاعری کو فطری مقبولیت بھی ملتی ہے جیسے حضرت بجیر بن زبیر کی ترغیب اور تشویق پر ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے والے حضرت کعب بن زہیر کا قصیدۂ بانت سعاد، حضرت شیخ شرف الدین بوصیری کے قصیدۂ بردہ شریف، دخترانِ مدینہ کے طلع البدر علینا، شیخ سعدی شیرازی کی رباعی بلغ العلیٰ بکمالہٖ، مولانا جلال الدین رومی اور علامہ عبدالرحمن جامی کی فارسی نعتیہ شاعری اور اعلیٰ حضرت رضاؔ بریلوی کے مشہورِ زمانہ سلام (وغیرہ) کو جس طرح مقبولیت ملی ہے، ایسے تمام

خوش نصیب مدحت گرانِ پیغمبر اپنی خوش بختی پر نازاں ہونے اور فخر یہ اظہارِ تحدیث نعمت پر حق بجانب ہیں۔ جامی ورضا کی بات آ گئی تو خوشتر جمال پوری صاحب کے تیور دیکھ لیتے ہیں کہ

تری چشم بینا رای الحق کی مظہر
زباں کو تری رب سے ہے ہم کلامی
ہے تیرے لیے صرف صلوا علیہ
تجھی کو ہے زیبا یہ وصف دوامی
ہیں وصّاف محبوب رب العلیٰ
سب یہ حسان و کافی رضا اور جامی

اب سیدھے آتے ہیں اس شاعر کی طرف جس پر ہمیں ''نہایت کم وقت میں بہت خوب'' لکھنا ہے لیکن یہ ہم سے کہاں ممکن ہے۔

حضرت مفتی محمد ابراہیم خوشتر جمال پوری صاحب نئی نسل میں معروف و مانوس نہیں، بطورِ خاص ہندوستانی نسل تو اُن سے یکسر ناواقف ہے، البتہ حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ''تذکرہ جمیل'' اور نعتیہ مجموعے ''قسیم بخشش'' اور ''زادِ راہ بخشش'' کی وجہ سے بہت سوں کو لگتا ہے کہ آپ بھی خانوادۂ رضا کے چشم و چراغ ہیں، اِس ''لگنے'' کی بیماری کا علاج کرنے کے لیے یہ سیمینار و سمپوزیم کرنا ضروری تھا۔ اس کے لیے ہم صاحب سجادہ اور سبھی منتظمین کو مبارک باد پیش کرتے ہیں اور شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہمیں بیرن ہند میں ''سنی رضوی سوسائٹی'' قائم کر کے اُسے انٹرنیشنل بنانے والے ایک مخلص رضا کارِ رضا کی دینی مذہبی خدمات سے واقف ہونے کا موقع فراہم کیا۔

اِس موقع پر ممدوح کا ہی ایک حمد یہ شعر آپ کی بارگاہ میں نذر ہے جس کی برکتیں شاعر کے وسیلے سے ہمیں بھی حاصل ہو رہی ہیں کہ

کیسے کروں میں شکر غفورِ رحیم کا
عرفان مجھ کو بخشا رسول کریم کا

ہم نے پڑھا ہے کہ شاعری کسبی بھی ہوتی ہے اور فطری بھی، اس کے جلوے زادِ راہ

بخشش اور قسیم بخشش کے پورے مجموعے میں نظر آئیں گے کہ کہیں فطرت سر چڑھ کر بول رہی ہے تو کہیں روایت اپنا رنگ دِکھا رہی ہے اور کہیں حقائق نے شعر کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ کسی کی شاعری میں روضۂ رسول، مدینہ منورہ، گنبدِ خضریٰ، مدینے کی خاک، پتھر، ذرات، اہلِ بیت کا تذکرہ، درود و سلام، شفاعت اور محشر، رضوان اور جنت، عرش اور فرش، پیشانی اور جبیں، سورج اور چاند، عاشق و جاں نثار، لعابِ دِہن، انگلیوں کے چشمے اور برکت و رحمت کی بارش وغیرہ کا تذکرہ نہ ہو، سوال ہی نہیں اٹھتا کیوں کہ نعتیہ شاعری کے یہ بنیادی عناصر ہیں اور پھر عقیدہ و نظریۂ اسلامی، مذہب و مسلک اور سنت و طریقت کے نظارے بھی نعتیہ شاعر کے کلام میں خوب ملیں گے کہ یہ سب خوش عقیدگی کے ایمانی شرارے ہیں۔

ہم چند اشعار یہاں پیش کیے دیتے ہیں تا کہ اِس کے حوالے سے شاعر کے رجحانات کا اندازہ ہو جائے

ذکر جنت بجا مگر واعظ
بات کچھ اور ہے مدینے کی
ان کا در ہے وہ در جہاں خوشتر
موت کو بھی طلب ہے جینے کی

....

یہ معراج محبت ہے کہ معراج عبادت ہے
یہ سر ہے اور شاہ مرسلیں کا آستانہ ہے

....

معراج کا نقشہ کھینچا ہے محویت دل نے کس دھن پر
ہر سانس ہے سازِ مااوحیٰ ہر زیر میں ہے بم کیا کہیے

....

عشق نے ان کے بتائیں کیا تمھیں کیا کر دیا
درد وہ بخشا کہ سب اچھوں سے اچھا کر دیا

....

ان کے خرام نام کے بوسے لیے ہیں آج
رفعت تو دیکھیے میرے مشت غبار کی

....

مکہ دیکھا ہے بحمد اللہ مدینہ دیکھا ہے
تجھ سے ملنے کا ہے زینہ وہ زینہ دیکھا ہے

....

ہو گیا فاش مجھ پر لن تارنی کا یہ راز
جس نے دیکھا ہے تجھ سینہ بسینہ دیکھا ہے

اسی تناظر میں خوشتر جمال پوری صاحب نے اپنا مدنی تعارف بھی کرایا ہے اور حقیقت بیانی سے کام لیا ہے کہ

میں رضا کارِ رضا ہوں شاد کام
سنی رضوی ہے مرا خوشتر پیام
میرا خطہ خطہء لایحزنوا
میری منزل لاتخف بطحا مقام

ہماری جماعت میں یہ مسئلہ اب بھی ہے کہ ہم کرتے بہت کچھ ہیں لیکن اس کا تعارف و تشہیر نہیں کرتے، یقیناً اس لیے کہ ہم کرنے میں یقین رکھتے ہیں اور جس کے پسندیدہ دین کی خدمت کرتے ہیں، اسی سے اجر کے امیدوار ہوتے ہیں لیکن ہمارے بعد کی نسلوں کے سامنے اُن کے شان دار ماضی کو دِکھا کر اُنہیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلانے کے لیے ہمیں اپنی خدمات کا تعارف کرانا اب بھی ضروری ہے۔ دیارِ مغرب کا کون سا علاقہ ایسا ہے جس میں ہندوستانی مبلغین اسلام اور سنی مدارس کے فارغین رضا کارانِ رضا کا قافلہ نہیں پہنچا ہے؟ لیکن اب بھی دیارِ مغرب کے فیض یافتگان اور قریبی وابستگان کے علاوہ بہتوں کو اُن کی خدمات اور کارنامے نہیں معلوم، اِس دعوی پر بڑی بلکہ بڑی واضح دلیل آج کے ممدوح گرامی

ہیں، ان کا ایک منظوم سفرنامہ دیکھ کر ہمارے ذہن میں یہ بات آگئی، شاید آپ بھی اِس بات سے اتفاق رکھتے ہوں۔ آپ کہتے ہیں کہ

ہالینڈ سے چلا ہوں سرینام کی طرف
صبحِ وطن سے دور حسیں شام کی طرف
کچھ خاص کی طرف ہیں تو کچھ عام کی طرف
لوگوں کا رخ ہے گردش ایام کی طرف

دراصل یہ قدرت کی طرف سے سعادت وخوش نصیبی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کس کو ابن بطوطہ بناتا ہے اور کس کو مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی اور کسے دیارِ مشرق سے اٹھا کر دیارِ مغرب میں اپنے دین کے نقیبوں میں شامل فرما لیتا ہے بنا دیتا ہے اور کس کے قدموں کے نشان قائم کر کے اُسے ہمارے لیے یادگار بنا دیتا ہے لیکن مسافر، خود راستہ ہو، یہ منظر بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے، دبستان خوشتر میں آپ یہ بھی دیکھ سکتے ہیں:

چلا ہوں جانب منزل چلا ہوں
مسافر ہوں مگر خود راستہ ہوں
تو میرا راز ہے میں رام تیر
تجھے دیکھا نہیں ہے جانتا ہوں
چھپا لے تو مجھے یا فاش کر دے
نہیں غیروں کا، تیرا ماجرا ہوں
زمانہ کب کسی کو مانتا ہے
بطورِ خاص منوایا گیا ہوں
میری تصدیق صد رشکِ تصور
شریک زمرۂ قالوں بلیٰ ہوں
تصور کی سہانی رات خوشتر
حریم یار تک لایا گیا ہوں

رباعی وقطعات نگاری بھی کمال کی ہے، بے شمار زمینی حقائق پیش کیے ہیں اور ہمیں فطرت وقدرت کی نیرنگیوں کا آئینہ دِکھایا ہے، ہمارے اخلاقی بحران کا مرثیہ لکھا ہے اور ہماری روحانیت کے دشمن امراض پر توبہ توبہ کیا ہے

کہہ رہی ہے جہاں کی صد رنگی
یہ تماشہ نہیں، حقیقت ہے
میری صورت کو دیکھنے والو !
کل نہ ہوگی جو آج صورت ہے
بغض و کینہ حسد ، ارے توبہ !
توبہ ! یہ خوئے بد ارے توبہ !
یہ مرض لا علاج ہے خوشتر
اِس میں رد ہے نہ کد، ارے توبہ!

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی دانش گاہ علم و فضل کے تعلیم یافتہ اور شہزادگان رضا کے تربیت یافتہ شاعر، اعلیٰ حضرت کے شاعرانہ طمطراق اور لب ولہجہ بلکہ رضوی شاعری کی زمینوں پر اپنی نعتیہ شاعری کی خوش گوار فصل نہ لگائے، یہ ممکن نہیں۔ اِس نسبت وتعلق کے حوالے سے بھی ایک دو مثالیں ملاحظہ کرلیں

تو بڑھا اتنا کہ معراج میں رب تک پہنچا
کہہ رہا ہے یہ دنیٰ اور تدلیٰ تیرا
تجھ کو اللہ نے ہر غیب عطا فرمایا
اُدن منی سے یہ کہتا ہے فاوحیٰ تیرا
مرضیِ پاک بتائے گا فولِ وجھک
یہ حرم ترا مصلیٰ تیرا کعبہ تیرا
اِرفع راٴسك کے تصدق وتشفع کے نثار
کام کیا کر گیا اک حشر میں سجدہ تیرا

ہندو پاک میں بیسویں صدی (تیسری دہائی کے بعد) جتنے بھی خوش عقیدہ نعت گو شاعر ہیں، ہم محسوس کرتے ہیں کہ برصغیر ہندو پاک میں اعلیٰ حضرت کو ہند میں نائب حسان کی حیثیت سے نعتیہ شاعری میں اپنا رہنما تسلیم کرتے ہیں۔ جیسے دیکھیے کتنا عمدہ شعر کہا ہے ایک دوسرے شاعر نے کہ

پھولتا پھلتا رہے گا گلشن شعر و سخن
آبیاری اس کی تو احمد رضا پر چھوڑ دے

بالکل اسی طرح ایک بہترین شعر حضرت اشرف مارہروی نے بھی کہا ہے اور شاعر موصوف کی مراد کو مزید واضح کر دیا ہے کہ

اے زار اشرف ناتواں کہاں نعت تیرا بیاں کہاں
تیرا حق تھا تو نے اٹھالیا یہ رضا کے توشے کا مال ہے

یہ خواجہ غریب نواز کا مہینہ چل رہا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ حضرت خوشتر جمال پوری صاحب کی روح سے اجازت لے کر خواجہ کی شان میں کہے اُن کے ہی چند اشعار سے خواجہ غریب نواز کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اور پھر آپ سب کو سننے کے لیے واپس ہوتے ہیں کہ:

دعوت دین کام خواجہ کا
سب کی خدمت نظام خواجہ کا
دوست تو دوست آج دشمن بھی
لیتے رہتے ہیں نام خواجہ کا
ایک مسلم ہی کیا کہ ہندو بھی
کرتا ہے احترام خواجہ کا
یہ جو خوشتر ہے قادری رضوی
یہ بھی اک غلام خواجہ کا

●●

اخلاق و کردار کے پیکر
بحرالعرفان حضور مفتی آفاق احمد مجددی علیہ الرحمہ

اللہ رب العزت نے انسانوں کو پیدا فرمایا اور ارشاد فرمایا:
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔ (سورہ والتین: آیت ۴)
ترجمہ: بیشک ہم نے آدمی کو اچھی صورت میں بنایا۔ (کنزالایمان)

اللہ تعالیٰ نے انجیر، زیتون، طورسینا اور شہر مکہ کی قسم ذکر کر کے ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے آدمی کو سب سے اچھی شکل وصورت میں پیدا کیا، اس کے اعضا میں مناسبت رکھی، اسے جانوروں کی طرح منھ سے پکڑ کر نہیں بلکہ ہاتھ سے پکڑ کر کھانے والا بنایا اور اسے علم، فہم اور باتیں کرنے کی صلاحیت سے نوازا۔ انسان اللہ کا جتنا شکر ادا کرے کم ہے کہ اللہ نے انسانوں کو عقل وتمیز جیسی عظیم نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ دنیا کا ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ دنیا میں کامیاب ہو، کامیابی وکامرانی کا سہرا اسی کو نصیب ہو، لیکن یہ نعمت سب کے نصیب میں نہیں مگر جسے اللہ عطا فرمائے۔ دنیا کی مستند تاریخ انسائیکلو پیڈیا آف بریٹینیکا، کا مصنف لکھتا ہے: بلاشبہہ ''محمد بن عبداللہ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خدا کے آخری پیغمبر، دونوں جہانوں کے نبی اور ساری انسانیت کے معلم ہیں اور آپ ہی اللہ کے تمام بندوں میں اچھے ہیں۔ اسی طرح انیسویں صدی کا ایک بہت بڑا مسیحی مؤرخ مائیکل ہارٹ نے اپنی مشہور کتاب (The hundred) میں آپ کو کامیاب انسان کے طور پر پہلے نمبر پر جگہ دی ہے۔

بلاشبہہ اللہ تعالیٰ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے نظیر بنایا اور آپ کے صدقے وطفیل

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، اولیاے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی عزت بخشی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ: عزت تو صرف اللہ کے لیے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے اور مومنوں کے لیے ہے مگر منافقین (اس حقیقت کو) جانتے نہیں ہیں۔

علماے حق بلاشبہہ ایسے ہی مومنین میں شامل ہیں۔ایسے علماے حق کی فہرست بہت طویل ہے۔ساری دنیا میں اللہ کے ایسے نیک بندے ہیں اور تا قیامت رہیں گے۔

اخلاق کی تعلیم کی اہمیت:

اللہ رب العزت اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد فرمارہا ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

ترجمہ: اور بیشک تمہاری خوبو (خلق) بڑی شان کی ہے۔(کنزالایمان)

اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

میری بعثت دنیا میں اخلاق کی تعلیم مکمل کرنے کے لیے ہوئی ہے۔

جن کے بارے میں قرآن (اعلان فرمارہا ہے کہ آپ اخلاق کریمانہ کے عظیم پیکر ہیں، انہیں کا فرمان عالیشان ہے:

اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الانبیاءِ وانَّ الانبیاءَ لَمْ یورِّثوا دِیْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وانَّما وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحظٍ وَافِرٍ

علماے دین انبیائے کرام کے وارث ہوتے ہیں، اور یقیناً انبیاے کرام دینار و درہم کے وارث نہیں بناتے ہیں وہ تو علم کا وارث بناتے ہیں تو جس نے دین کا علم حاصل کرلیا اس نے پورا حصہ پالیا۔

(سنن ترمذی: باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، حدیث نمبر ۵۹۳، ۶۲۹۷، ۲۶۲۸)

ظاہر سی بات ہے جب علما وارث انبیا ہیں تو انہیں پر ذمہ ہے کی حضور ﷺ کی وراثت علم وعمل اور وراثت عبادات واخلاق پر پوری طرح سے عمل پیرا ہوں تبھی تو لوگ دیکھ کر عمل پیرا ہوں گے۔ ہمیشہ علمائے حق قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے کردار واعمال اور عقائد و نظریات کے اعتبار سے اللہ کی مخلوق کے لیے نمونہ عمل رہے ہیں اور آگے بھی رہیں گے۔

اس دور انحطاط (زوال) میں بھی بہت سارے علمائے حق ہیں جن پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ بلا شبہ انہی میں ایک نمایاں نام ''حضور بحر العرفان علامہ مفتی آفاق احمد مجددی'' کا بھی ہے۔ آپ صحیح معنوں میں اس دور انحطاط میں اللہ کی مخلوق کے لیے وارث انبیا کی ذمہ داری اپنے کردار وعمل سے نبھا رہے تھے۔ ناچیز کی پہلی ملاقات ۸ مارچ ۲۰۱۹ جمعہ کے دن انٹرنیشنل کانفرنس جشن مولیٰ علی (زیر اہتمام فروغ تصوف فاؤنڈیشن) الجامعۃ الاحمدیہ السنیہ احمد نگر قنوج یوپی میں ہوئی۔ نورانی چہرہ اور انتہائی سادگی اور علمی رعب سے بھرپور شخصیت دیکھ کر دل ان کی طرف کھنچتا چلا گیا اور پھر دو تین بیانات سننے سے آپ کا علمی رعب مجھ پر طاری ہو گیا۔ نیک لوگوں کو دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے کیوں کہ وہ اللہ کی یاد میں لگے رہتے ہیں اور سنت نبوی پر عمل کی برکت سے ان کے چہرے پر نور محمدی ہی کا فیض موجود رہتا ہے۔ حضرت عمرو بن جموح روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اَحِبَّآئِی وَاَوْلِیَآئِی الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ بِذِکْرِی وَاُذْکَرُ بِذِکْرِھِمْ۔

(احمد بن حنبل، المسند: ج ۳، ص ۴۳۰، حدیث نمبر ۱۵۸۸۱)

ترجمہ: بے شک میرے احباب اور اولیا وہ لوگ ہیں کہ میرا ذکر کرنے سے وہ یاد آجاتے ہیں اور ان کا ذکر کرنے سے میں یاد آجاتا ہوں۔

یعنی میرا ذکر ان کی یاد دلاتا ہے اور ان کا ذکر میری یاد دلاتا ہے۔

یاد رہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ناچیز شہزادہ اعلیٰ حضرت حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان بمشہور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بیعت کا شرف رکھتا ہے۔ آپ کے فیضان کرم سے مالا مال ہے۔ میں جلدی کسی سے مرعوب نہیں ہوتا، یہ بھی ہمارے پیر و مرشد کا فیض ہے۔ آج کل جلسے جلوسوں کے ماحول میں کچھ کم علم علما نذرانے کے لالچ میں دنیا دار عالم و پیر کی تعریف میں

مبالغہ آرائی سے نہیں بلکہ جھوٹی تعریفیں کرتے نظر آتے ہیں۔ کچھ کو چھوڑ کر الا ماشا اللہ حالات بہت افسوس ناک ہیں۔ بہرحال تذکرہ حضور بحر العرفان کا چل رہا ہے لیکن اس سے پہلے ذرا ان کے شہر قنوج کا تذکرہ ہو جائے۔

خوشبوؤں کا شہر، خوشبو دار لوگ:

قنوج بہت پرانا تاریخی ٹاؤن ہے۔ تاریخ ہندوستان کے مطابق قنوج کی دوسری دنیا کی دوسری یا تیسری آبادی ہے جسے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے آباد کیا تھا۔ قدیم زمانے میں یہ شہر پورے غیر منقسم ہندوستان کی راج دھانی بھی رہا ہے۔ تاریخ فرشتہ کے بیان سے اس کی وسعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ نیز عرصۂ دراز تک شمالی ہند کی راجدھانی رہا ہے۔ اس شہر کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اس میں تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے مزارات مقدسہ ہیں۔ الاصابة فی تمیز الصحابة میں اس کی صراحت موجود ہے۔ نیز مختلف سلاسل کے کئی بزرگوں کے مزارات بھی اس کی عظمت رفتہ کے گواہ ہیں جیسے حضرت حاجی شریف زندنی، حضرت بالا پیر صاحب، حضرت سلطان پیر، حضرت مخدوم اخی جمشید، حضرت مخدوم جہانیاں رحمہم اللہ۔ حضرت خواجہ غریب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خلیفہ حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی یہاں تشریف لائے اور یہیں مدفون ہوئے۔ آج بھی آپ کے نام سے محلہ احمدی ٹولہ آباد ہے۔ یہ شہر تجارت ومعیشت کے اعتبار سے بھی بہت مشہور ہے۔ یہاں کا عطر بھی بہت مشہور ہے اور پوری دنیا میں جاتا ہے اور قنوج کو ''عطر و اتیہاس'' کی نگری بھی کہا جاتا ہے۔ شہر کی آبادی کئی لاکھ ہے۔ تقریباً ۴۵ فیصد مسلمان آبادی ہے اور اہل سنت کی اکثریت ہے۔ واضح رہے کی عطر کی تجارت پر اب مسلمانوں کا غلبہ نہیں رہا بلکہ برادران وطن بھی خوب خوب کما رہے ہیں۔ خوشبوؤں کے شہر میں خوشبو دار لوگوں میں یقیناً حضور بحرا لعرفان علامہ مفتی آفاق احمد مجددی علیہ الرحمہ بھی تھے اور اب آپ ہمیشہ کے لیے وہیں کے ہو کے رہ گئے۔ علم کی روشنی پھیلائی، اپنی محبت سے لوگوں کو مالا مال کیا۔ آپ کی شخصیت پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے اور لکھا جائے گا، میں کیا لکھوں، میں اپنے کو اس لائق نہیں سمجھتا۔

حضور بحر العرفان کا اخلاق اور محبت:

میں جمشید پور سے قنوج ۷ مارچ ۲۰۱۹ کو پہنچا۔عصر کی نماز میں حضور بحر العرفان مفتی آفاق احمد مجددی سے ملاقات ہوئی۔ بہت پیار سے ملے۔حضرت مولانا آصف رضا (ایڈیٹر پیغام سکون) صاحب نے تعارف کرایا۔آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور پوچھا سفر میں دشواری تو نہیں ہوئی۔ایسے خیریت تو بہت محبت کرنے والے ہی دریافت کرتے ہیں مگر حضور بحر العرفان کا انداز محبت جداگانہ تھا۔آپ نے حضرت مولانا گلبیز آفاقی کو ہدایت دے کر ان کے حوالے کر دیا۔۸/ مارچ کے دن الجامعۃ الاحمدیہ السنیہ خانقاہ مجددیہ کی شاندار خوبصورت مسجد میں جمعہ کی نماز کے لیے حاضری ہوئی۔بعد نماز جمعہ ''انٹرنیشنل کانفرنس جشن مولیٰ علی'' کے شروعاتی پروگرام فاتحہ خوانی میں حضرت مولانا آصف صاحب کا بیان ہوا۔اسی درمیان حضور بحر العرفان نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ آپ بیان کریں گے۔؟ میں نے عرض کیا کہ آپ حکم فرمائیں تو کروں گا۔آپ نے فرمایا: دس منٹ آپ حضرت مولیٰ علی کی شان بیان کریں۔حضرت کے حکم پر ناچیز نے خلیفۃ المسلمین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیا۔پوری مسجد بھری ہوئی تھی اور تمام لوگ نعرہ تکبیر اللہ اکبر کی صدائیں کر رہے تھے۔ بیان کرتے ہوئے ہم نے تین منٹ اور مانگے تو حضرت نے فرمایا کہ خوب اطمنان سے آپ بیان کریں۔اَلْحَمْدُ لِلّٰہ تقریباً ۱۸/ منٹ بیان ہوا۔فاتحہ خوانی کے بعد آپ نے بہت دعاؤں سے نوازا۔مولانا آصف کو پھر یاد دیانی کرائی کہ حافظ صاحب کو جہاں مہمان ٹھہرے ہیں وہاں پہنچایئے اور جو ضرورت ہو، مہیا کیجیے (یاد رہے کہ میں مدرسے کے مہمان خانے میں رکا تھا) لیکن جہاں مہمان علما کو ٹھہرایا گیا تھا، وہاں منتقل ہو گیا۔ان علما میں حضرت مولانا نبیل اختر کولکاتا، حضرت مولانا منظر محسن صاحب، حضرت مولانا انوار بریلی شریف، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے پروفیسران حضرات وغیرہ وغیرہ سب سے اچھی ملاقات رہی۔

دوسرا دن، ۹؍مارچ بروز سنیچر کانفرنس کا پہلا دور:

قنوج کے ہی کے ہی رہنے والے ریٹائرڈ فوجی آفیسر خان صاحب جن کی عمر ۸۸ سال تھی، انھوں نے بہت اہم اور معلوماتی باتیں بتائیں۔اس کے بعد حضرت کے حکم پر ناچیز کو بیان کا موقع ملا۔میں نے جو مقالہ مولیٰ علی کانفرنس کے لیے حضرت کے حکم پر لکھا تھا۔ ''حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم بحیثیت خلیفۃ المسلمین'' کے پانچویں پیراگراف کی سب ہیڈنگ ''حضرت مولیٰ علی کی خلافت میں عربی گرامر کی ابتدا'' پر حضرت نے انگلی رکھ کر فرمایا کہ آپ اس پر بیان کریں۔ناچیز نے تقریباً ۲۷؍منٹ اس پر بیان کیا۔حضرت مولانا مجاہد حسین حبیبی کولکاتہ اور مشہور اسکالر جناب سمیر صدیقی وغیرہ نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور حضرت نے دعاؤں سے نوازا۔کانفرنس کے کئی مرحلے ہوئے۔حضرت تشریف رکھتے تھے اور مسکراتے چہرے سے دعاؤں سے نوازتے۔میں نے وہاں بہت کچھ دیکھا، کیا کیا لکھوں۔خاص کر علمی میدان میں حضرت بحر العرفان کا کام دیکھتے ہی بنتا ہے۔ان شااللہ اس پر میں ضرور کچھ لکھنے کی کوشش کروں گا۔مضمون کی طوالت کا خوف ہے۔

بحر العرفان کا تقویٰ اور سادگی:

ذمے دار لوگوں سے سنی ہوئی کچھ باتیں مطالعہ فرمائیں۔حضرت مولانا اسحاق انجم فیضی مصباحی (ویشا کھا پٹنم) اصنام شکن کے اڈیٹر ہیں۔ ۱۹۹۳ سے مسلسل نکال رہے ہیں، دین متین اور اردو کی خدمت کر رہے ہیں۔آپ بہترین صلاحیت کے عالم ہیں لیکن وشاکھا پٹنم میں آپ شاعر اور انجمؔ کے نام سے مشہور ہیں۔آپ نے ۱۹۵۳ سے ۱۹۵۷ تک جمشید پور میں علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ، مولانا ممتاز، مولانا غلام رسول، ماسٹر سید اعجاز صاحبان جیسے اکابر حضرات سے علم حاصل کیا۔پھر اشرفیہ میں ۱۹۵۸ سے ۱۹۶۰ تک حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ، حضور مفتی عبد المنان، مولانا مظفر حسین ظفر ادیبی، صاحب جیسے علم والوں سے علم حاصل کیا۔اس وقت ان کی عمر ۷۶ سال ہے، وہ جلدی کسی عالم اور پیر سے مرعوب نہیں

ہوتے۔ ان کو جب میں نے حضرت بحر العرفان کے وصال کی خبر دی تو وہ بہت غمگین ہوئے۔ ان کی آواز بھرا گئی۔ انھوں نے اپنے اور اپنی فیملی کے مرید ہونے کا سبق آموز واقعہ بتایا۔ مختصر میں آپ مطالعہ فرمائیں۔ حضرت بحر العرفان وشاکھا پٹنم جایا کرتے تھے اور مولانا اسحاق انجم فیضی مصباحی کے گھر بھی جایا کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت بحر العرفان جب بھی میرے گھر تشریف لاتے تو میں اہل خانہ کے لیے دعا کی گزارش کرتا۔ حضرت ہمیشہ نگاہیں نیچی رکھتے ہوئے سب کو دعائیں دیتے اور دم فرماتے۔ حضرت کا تقویٰ اور سادگی دیکھ کر میرے دل میں حضرت کی عزت بہت بڑھ گئی چنانچہ میں نے اور میری فیملی نے ۲۰۱۳ میں حضرت سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت مولانا عثمان انجم فیضی مصباحی نے آپ کی کئی باتیں بیان کیں ں ں، ان شا اللہ اگلے مقالے میں انہیں لکھنے کی کوشش کروں گا۔

بحر العرفان کی علمی خدمات:

آپ نے علمی میدان میں نمایاں کام کیا ہے اس پر لکھا جانا چاہیے۔ ان شاء اللہ اس پر لکھا جائے گا۔ قنوج ٹاؤن میں ہی نہیں آپ کی علمی خدمات دوسرے صوبوں اور شہروں میں بھی نمایاں ہیں۔ مری پالم وشاکھا پٹنم اور کٹنی مدھ پردیش میں آپ نے خانقاہ آفاقیہ مجددیہ قائم فرمائی۔ شاہین باغ دہلی، چندی گڑھ اور بنارس سمیت مختلف شہروں میں آپ نے نمایاں طور پر علم کی روشنی پھیلائی۔ اسلام کے فروغ واستحکام اور دنیا میں کامیاب زندگی گزارنے کے لیے اور عصری علوم پر مضبوط گرفت حاصل کرنے کے لیے آپ نے اسکولوں کی تعمیر بھی کرائی، نہ صرف لڑکوں بلکہ لڑکیوں کی تعلیم کے لیے بھی آپ نے جامعۃ المحصنات کی تعمیر فرمائی۔ انہی میں سے ایک اہم اسکول ''وارثی پبلک اسکول'' ہے۔ یہ انٹر میڈیٹ تک انگلش میڈیم اسکول ہے اور قنوج کے اسکولوں میں اول نمبر پر آتا ہے اور الجامعۃ الاحمدیہ کی موجودہ عمارت سے متصل ہے۔ اس میں تعلیم حاصل کر رہے طلبہ وطالبات کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہے اور اساتذہ کی تعداد بھی ۲۵ کے قریب ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور اسکول ''سرہند پبلک اسکول'' ہے جو آبادی سے باہر بنا ہے، اسے دیکھتے ہی بنتا ہے۔ وسیع وعریض جگہ پر قائم اس

اسکول کے اندر بہت بڑا میدان ہے۔مولیٰ علی کانفرنس کا پروگرام اسی میدان میں ہوا جس میں ملکی وغیر ملکی بڑے بڑے علما بنگلہ دیش، پاکستان،لبنان وغیرہ سے تشریف لائے۔ بین الاقوامی شخصیت کے مالک ''شیخ عمر الفا کھانی''لبنان سے تشریف لائے۔اس میدان میں شیخ عمر الفا کہانی کا بھی بیان ہوا۔ بیان کے بعد ملاقات ہوئی، بہت محبت سے ملے۔میں نے پچھلی ملاقات کی یاد ہانی کرائی کہ ۱۹۹۷ میں کیرالا، کالی کٹ میں اا الثقافۃ السنیہ کے ہوٹل (کالی کٹ ٹاور) میں پرائم منسٹر آف انڈیا مسٹر ایچ دیوے گوڑا کے ساتھ ملاقات ہوئی تھی ،جس میں حضرت مولانا مبین الہدیٰ اور جھاڑ کھنڈ کے مفتی وفیض العلوم کے شیخ الحدیث حضرت مفتی عابد حسین نوری صاحبان کے ساتھ میں حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی مصباحی اور شیخ عمر الفا کھانی وشیخ ابوبکر صاحبان سمیت دیگر لوگ موجود تھے۔یاد دہانی کرانے پر بہت خوش ہوئے،بغل گیر ہوئے اور بہت محبت کا اظہار فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔

بحر العرفان کی وفات اہلسنت کا عظیم خسارا:

موت برحق ہے،موت سبھی کو آنی ہے،اس پر ایمان ہے۔

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یون تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

مقولہ مشہور ہے: موت العالم موت العالم یعنی ایک عالم دین کی موت پورے عالم (پوری دنیا) کی موت ہے، یہ مقولہ حضرت بحر العرفان پر پوری طرح صادق آتا ہے۔آپ کے وصال کی خبر پا کر ملک کے گوشے گوشے و بیرون ملک سے بھی لوگوں کے تعزیتی پیغام آنے لگے۔چشتی،سہر وردی، اشرفی، وارثی، نقشبندی،مجددی، قادری، برکاتی اور اکابر سادات کرام وعلما حضرات بھی شریک جنازہ ہوئے۔یہ آپ کی مقبولیت کا ثبوت ہے۔آپ کے جنازے کی نماز آپ کے پیر ومرشد حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان کمال پوری نقشبندی مد ظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہ خیریہ نقشبندیہ کمال پور ضلع مرزاپور یوپی نے پڑھائی۔پورے ملک اور بیرون ملک سے آپ کی تعزیت کا سلسلہ جاری رہا۔بڑی بڑی خانقاہوں سے جو تعزیتی

پیغامات آئے ہیں وہ پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہندوستان کی مشہور و معروف خانقاہ مارہرہ شریف سے جو تعزیتی پیغام بھیجا گیا ہے، وہ آپ مطالعہ فرمائیں:

تعزیتی پیغام مارہرہ مطہرہ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

ایک وجیہ، پروقار، متقی، پرہیز گار، صاحب دل، صاحب حال، علم وفن کا سفیر، اپنی ذات میں بے نظیر، مجدد الف ثانی اور مجدد دین وملت کا شیدائی، واقف رموز وشریعت، پروانہ برکاتیت، آفاقی شہرتوں کے مالک حضرت علامہ مفتی محمد آفاق صاحب نقشبندی مجددی برکاتی اپنی متحرک شخصیت کی خوشبوؤں سے سرزمین قنوج کو مزید معطر کرتے ہوئے جنت کی خوشبوؤں میں جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ رسمی اور تعزیتی جملہ نہیں بلکہ سو فیصد دل کی آواز اور حق بات ہے کہ دنیائے سنیت کو مفتی صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کی اشد ضرورت تھی۔ وہ ان صاحب کمال شخصیتوں میں تھے جنھوں نے اس امت کو علم نافع سے جوڑنے کے لیے کمر توڑ محنت کی اور علم وفن کے ایسے لالہ زار تیار کیے جو دوسروں کے لیے قابل تقلید ہیں۔ وہ انجمن تھی جس میں صرف تحریک ہی تحریک نظر آتی تھی۔ متعدد اداروں کے بانی، درجنوں کتابوں کے مصنف، عابد وزاہد ومتقی داعی وقابل تقلید مبلغ، ایک باعمل خطیب اور اپنی ذات میں ایک بے حد مخلص، باادب سنجیدہ، متین اور بے حد خوددار، خوش فکر وخوش ذہن شخصیت کے حامل ہمارے مفتی صاحب ہم کو بہت یاد آئیں گے۔ ان کا متبسم چہرہ جا ان کی نیکیوں اور پاکیزگی کا عکاس تھا۔ وہ ہمیشہ ہمارے ذہن ودل میں گردش کرتا رہے گا۔ ان کی سادگی بھی

قنوج کے عطر کی طرح مشہور تھی۔ ہم نے شاذ و نادر ہی کسی عالم، مفتی یا شیخ کو اتنے سادہ لباس میں دیکھا ہو۔ انکساری ایسی تھی کہ اتنے بڑے اداروں کے بانی، ہزاروں وفادار مریدوں کے شیخ طریقت کو گر مارہرہ میں تلاش کرنا ہو تو وہ پیکر انکسار خانقاہ برکاتیہ کے صدر دروازے کی پٹی پر بیٹھا مل جائے گا۔ اسی اخلاص اور انکسار نے مفتی صاحب قبلہ کو اتنا معروف و مقبول کر دیا کہ سواد اعظم کے خوش عقیدہ مسلمان ہی نہیں بلکہ اطراف و جوانب کے اہل وطن اور سیاسی رہنما بھی اس بے نیاز ذات والا کی قدم بوسیاں کیا کرتے تھے۔

خانقاہ برکاتیہ کا ہر فرد آج سوگوار ہے۔ ہم اور ہمارے تمام متوسلین اور متعلقین اپنے پیر خانے کے محبوب ترین خلیفہ کی رحلت پر کف افسوس ملتے ہوئے دعا کر رہے ہیں کہ مولیٰ عز وجل امت کی خیر خواہی کرنے والے اور اہل اسلام کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے والے اس مخلص قائد کا نعم البدل عطا فرما دے۔ مفتی صاحب کی رحلت کے بعد صرف ان کا گھر اور گھرانا ہی پسماندگان میں نہیں ہے بلکہ اہلسنت والجماعت کا ہر وہ شخص فرد ان کے پسماندگان میں ہے جس کے دل میں ملت اسلامیہ کا درد ہے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ رب کریم ہمارے مفتی محمد آفاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کو بلند فرمائے اور ہم سب کو اور بالخصوص ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل کامل کی توفیق عطا فرمائے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے طفیل میں مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے علمی مشن کو دن دونی ترقی عطا فرما اور ان کے وارثین کو ان کے نقش قدم پر چلاتے ہوئے دین متین کی خوب خوب خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (فقط والسلام)

سید محمد امین قادری	سید نجیب حیدر نوری
سجادہ نشین	سجادہ نشین

خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ، خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ

حضور امین ملت اور حضور رفیق ملت نے جو تعزیتی پیغام بھیجا ہے ایک ایک حرف پڑھنے کے لائق ہے۔ بڑے بڑے مقالوں میں بھی وہ بات نہیں آسکتی جو ان سطور میں ہے۔ میں کیا لکھوں، میری کیا ہستی ہے۔ ہمارے بڑے سرکاروں نے جب بحر العرفان حضور محمد مفتی آفاق مجددی صاحب علیہ الرحمہ کو''علم کا سفیر فرمایا ہے تو میں کیا لکھوں۔ اور حق و سچ تو یہی ہے کہ دعوت دین کا کام علمائے حق کے لیے ہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ

(سورۂ توبہ: آیت ۱۲۲)

ترجمہ: اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سارے کے سارے مسلمان (ایک ساتھ) نکل کھڑے ہوں تو ان میں سے ہر ایک گروہ (یا قبیلہ) کی ایک جماعت کیوں نہ نکلے کہ وہ لوگ دین میں تفقہ (یعنی خوب فہم و بصیرت) حاصل کریں اور اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف پلٹ کر آئیں تا کہ وہ (گناہوں اور نافرمانی کی زندگی سے بچیں)۔

حدیث پاک میں ہے:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کے لیے بہتری چاہتا ہے اس کو دین میں فقیہ بناتا ہے۔ میں تقسیم کرنے والا ہوں اللہ تعالیٰ دینے والا ہے۔ (بخاری: کتاب العلم، باب مَن یرد اللہ بہ خیرًا یفقّہ فی الدین، ج ۱/ص ۴۲، حدیث ۷۱)

مسلم: کتاب الزکاۃ، باب النھی عن المسالۃ، ص ۵۱۷، حدیث نمبر ۱۰۰، ۱۰۳۷)

دعوت کا یہ حکم علما کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سب مسلمانوں کے لیے تو یہ ممکن نہیں ہے، لیکن ان کی ہر جماعت سے کچھ لوگوں کو لازماً اس مقصد کے لیے نکلنا چاہیے کہ وہ دین کا علم حاصل کریں اور اپنی قوم کے لیے نذیر بن کر ان کو آخرت کے عذاب سے بچانے کی کوشش کریں۔ اس آیت کریمہ سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ اس نیک کام کو کریں ان کے لیے ضروری ہے کہ پہلے دین کا گہرا علم حاصل کریں۔ اس کے لیے آیت میں لیتفقھوا فی الدین کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ حضور بحر العرفان کی علمی بصیرت کا

اندازہ ہم جیسے کم علم والے کیا لگائیں گے۔ آج قنوج میں علم دین و دنیا کی جو روشنی پھیلی ہوئی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے اور یہ سب آپ کی کمر توڑ محنت ہی کا نتیجہ ہے۔ اخلاق و محبت کی باتیں کیا کیا لکھوں۔ جو ایک بار ملا، گرویدہ ہو گیا۔ یہ بھی آپ پر اللہ کا فضل خاص تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے جانشین اور چاہنے والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

●●